

بدعتوں کے

درود و سلام

کی شرعی حیثیت

درود و سلام
کا طریقہ

اذان کے بعد
درود و سلام

کھڑے ہو کر
درود و سلام

شرعی حیثیت

بدعت کا مفہوم

بدعت حسنہ

میلاد کی حقیقت

تاریخی جائزہ

تعییف

محمد زرولی خان عفا اللہ تعالیٰ عنہ

نائب رئیس و رئیس الجامعۃ العربیۃ احسن العلوم
و نظام الحدیث والافتاء، بہار الطیب باسمہ الجامع الاحسن
منطقہ لغش اقبال رقم ۲، کراچی پاکستان۔

شائع کردہ: شعبہ نشر و اشاعت

جامعہ عربیہ احسن العلوم

مکملین اقبال، بلاک ۴، کراچی، پوسٹ بکس نمبر: ۱۷۶۵۶
فون: ۳۶۸۲۱۰

أَحْسَنُ التَّسْنِيمِ فِي مَا أَحْدَثَ مِنَ الصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيمِ.

بدعتیوں کے

درود و سلام کی شرعی حیثیت

تصنیف

محمد زرولی خان عفا اللہ تعالیٰ عنہ
موسس و رئیس الجامعۃ العربیۃ احسن العلوم
و خدام الحدیث و الافتاء بہاء الخطیب بالمسجد الجامع الاحسن
منطقہ گلشن اقبال رقم ۲ کراچی پاکستان

شائع کردہ: شعبہ نشر و اشاعت

جامعہ عربیہ احسن العلوم

گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی پوسٹ بکس نمبر ۱۷۶۵۶

ٹیلیفون نمبر ۴۶۸۴۱۰



درود و سلام کی شرعی حیثیت

فہرست مضامین

- نمبر شمار صفحہ نمبر
- (۱) آیت صلوا وسلموا تسلیماً سے متعلق بحث ۱۱
 - (۲) حیرت و تعجب! ۱۵
 - (۳) صلوٰۃ و سلام سے متعلق اہل بدعت کے چند مغالطے اور ان کا ازالہ ۱۷
 - (۴) مقام حیرت و افسوس: ۱۸
 - (۵) بریلوی حضرات کی مروجہ صلوٰۃ و سلام ثابت کرنے کی ہٹ دھرمی ... ۲۵
 - (۶) ایک وہم اور اس کا ازالہ ۲۶
 - (۷) بدعت حسنہ کی بحث ۲۸
 - (۸) ایک مغالطہ اور اس کا جواب: ۲۸
 - (۹) ”بدعت کا معنی و مفہوم“ ۳۱
 - (۱۰) طرقہ تماشہ ۳۳
 - (۱۱) لطیفہ تحقیق ۳۳
 - (۱۲) اہل بدعت کے مغالطے اور ان سے بچنے کے طریقے ۳۴
 - (۱۳) ایک علمی مغالطہ اور اس کا ازالہ ۳۵

طبع اول دسمبر ۱۹۹۷ء

طبع دوم جولائی ۲۰۰۲ء

مؤلف مولانا محمد زرولی خان مدظلہ العالی



وَأَحْسِنَ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ (الایۃ)

شائع کردہ: شعبہ نشر و اشاعت

جامعہ عربیہ احسن العلوم

گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی پوسٹ بکس نمبر ۱۷۶۵۶

Tel : 468210, 4968356

Fax: 4978102

Email: ahsan@fascom.com

www.ahsan-ul-uloom.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العلمين وصلي الله تعالى وسلم علي رسولہ
الکریم ونبیہ الامین وعلی آلہ واصحابہ اجمعین وافضل
الخلائق بعد النبیین ومن تبعهم واقتدي أثرهم من
المفسرين وفقهاء الدين - (آمین یا رب العلمین!)

امت محمدیہ ﷺ کا اس پر اتفاق ہے کہ فخر و عالم جناب نبی کریم ﷺ کی بارگاہ
نبوت میں درود شریف بھیجا بہت بڑی عبادت ہے اور حقیقت یہی ہے کہ یہ مومن کیلئے
اپنے نبی شافع محمد ﷺ کے ساتھ رشتہ جوڑنے کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ احادیث مبارکہ
میں آپ نے خود جو تفصیلات بیان فرمائی ہیں جو احادیث کی تمام مستند کتابوں میں موجود
ہیں۔ وہ درود شریف اور صلوٰۃ و سلام کے فضائل سمجھنے کے لئے کافی شافی ذخیرہ ہیں۔ امت
کے بہت سارے بزرگوں نے اس موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ جن میں
سے شیخ شمس الدین سخاویؒ کی ”القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبيب الشفیع“ اور حافظ ابن قیم
کی ”جلاء الانام فی الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام“ زیادہ معروف ہیں۔

الغرض درود شریف اور صلوٰۃ و سلام کا مسئلہ ایسا ہے جس میں کوئی خفا یا اندھیرا کہیں
نہیں دیکھا گیا۔ لیکن حضور اکرم ﷺ کے اپنے بیان کے مطابق جو آپ کی نبوت و رسالت
کے بڑے معجزات میں سے ہیں کہ۔

میرے بعد بڑے اختلافات دیکھنے میں آئیں گے اور ایسے وقت میں علیم
بنیقی وسنة الخلفاء الراشدین یعنی میری سنت اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم جن
میں سے خلفاء راشدین زیادہ ہی معروف حضرات ہیں، کے طریقے کو
مضبوطی سے تھامنا۔

اسی طرح درود شریف اور صلوٰۃ و سلام کے عظیم مسئلے کو بھی داغدار کر دیا گیا اور اس
مسئلے کو آج امت کے اتفاق اور اتحاد کے شیرازے کو بکھیرنے کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے
لہذا ہم خالصتاً لوجه اللہ الکریم صحیح نقول دین کی روشنی میں اس مسئلے کی تفسیر حدیثی اور فقہی

(۱۴) کیا بدعت حسنہ قابل عمل ہوتی ہے؟..... ۳۷

(۱۵) بریلوی مکتبہ فکر کی خدمت میں ایک سادہ سی گزارش!..... ۳۹

(۱۶) اسلام میں مجدد کا مقام اور پروگرام..... ۴۰

(۱۷) حکومت سے گزارش سے پیوستہ!..... ۴۷

☆☆☆☆.....☆☆☆☆

کرنے کے لئے لوگوں سے کہا کہ اس کے بجائے نبی ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھا جائے یوں پہلی بدعت جو بہت ہی زیادہ فساد دین کا باعث تھی ختم ہو گئی۔ یہ اس سلطان وقت نے ایک علاج اور دفع فتنہ کا طریقہ سمجھا اس سے زیادہ اس صلوٰۃ و سلام کی کوئی تاریخ یا دینی حیثیت نہیں اس لئے جن کتابوں میں اس کا ذکر آتا ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ ”حدیث“ یعنی گھڑ لیا گیا۔ یہ اس بات کی پہلی علامت ہے کہ یہ دین کا حصہ کبھی نہیں بن سکتا۔ کیونکہ دین جس ذات پر موقوف ہے وہ جناب نبی کریم ﷺ ہیں جو پہلے ہی فرما چکے ہیں۔

ایا کم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعة وکل بدعة ضلالہ وفي رواية کل ضلالة فی النار۔

یہ حدیث اکثر معتبر کتب میں موجود ہے یعنی گھڑے ہوئے کاموں سے بچو کیونکہ جو دین میں گھڑ لیا جاتا ہے وہ بدعت ہوتا ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور گمراہی کا آخری انجام جہنم ہے۔

اس حدیث پر اور خاص کر ”کل بدعة ضلالة“ کے بارے میں آگے چل کر ان شاء اللہ تفصیل سے عرض کرنے والا ہوں۔ یہاں یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ بہت سارے علماء اہل سنت نے اپنے اپنے زمانوں میں اس ایجاد کردہ صلوٰۃ و سلام پر گرفت فرمائی ہے اور انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ عبادت ہرگز نہیں ہے۔ کیونکہ یہ قرآن و حدیث اور خیر القرون کے تعامل کی روشنی میں ناجائز اور بدعت ہے۔ بہت سارے لوگ آج یہ کہتے ہوئے سادہ مسلمانوں کو درغلائے ہیں کہ اس سے منع نہیں کیا گیا اس لئے ہم چند بزرگوں کے حوالے سے ممانعت عرض کرتے ہیں۔

علامہ ابن الحاج مالکی جو اہل سنت والجماعت کے بہت بڑے عالم گزرے ہیں اور جن کی کتاب المدخل پر بریلوی بھی اعتماد کرتے ہیں۔ وہ اپنی کتاب المدخل میں فرماتے ہیں۔

وکذا لک ینبغی ان ینہامہ عما احد ثوہ من صفۃ

الصلوٰۃ والتسلیم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ترجمہ: یعنی متوذنوں نے جناب نبی کریم ﷺ پر جو صلوٰۃ و سلام پڑھنا ایجاد کیا ہے۔ اس سے ان کو منع کیا جائے۔ (حوالہ المدخل ج-۱ جزء ۲

وتاریخی حیثیت عرض کرتے ہیں تاکہ درود و سلام کی آڑ میں بدعات کی دلدل سے حفاظت نصیب ہو اللہ سبحانہ و تعالیٰ مالک ہدایت و ارشاد ہیں اسکی مہربانی و کرم سے امید ہے کہ وہ کسی کو راہ راست پر لانے کی توفیق مرحمت فرمائیں گے واللہ التوفیق۔

آج کل ایک فرقہ کے لوگ کہیں اذان سے پہلے اور کہیں اذان کے بعد اور کہیں کہیں نماز فجر و نماز جمعہ کے بعد اور بعض جگہ محفل میلاد کے اختتام پر بھی الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ الخ۔ کے الفاظ پڑھتے ہیں۔ یہ لوگ اس کو درود شریف سمجھتے ہیں اور کھڑے ہو کر پڑھنا ادب تصور کرتے ہیں اور اس پر ثواب کی امید رکھتے ہیں بلکہ اس کے پڑھنے کو اہل سنت والجماعت کی علامت و شعار گردانتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت جیسا کہ ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ لوگ دین کے تمام امور میں نبی کریم ﷺ کی سنت عالیہ کو اور جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم کو مقتداء اور اپنے لئے معیار عقیدہ و عمل سمجھتے ہیں۔

آئمہ تاریخ و حدیث و فقہ سب لکھ چکے ہیں کہ یہ صلوٰۃ و سلام جو اذان کے بعد یا اذان سے پہلے پڑھا جاتا ہے۔ ۷۰۰ھ کے بعد کی ایجاد ہے۔ بعضوں نے ۷۹۱ھ اور بعضوں نے ۷۸۱ھ لکھا ہے ملاحظہ ہو۔ (فتاویٰ شام ج-۱ ص ۲۹۱) (القول البدیع ص ۱۹۲) (علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی تاریخ الخلفاء ص ۵۰۴)

علامہ سیوطیؒ کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وفي هذه السنة في شعبان احدث الموزنون عقب

الاذان الصلوٰۃ والتسليم علي النبي صلي الله عليه

وسلم وهذا اول ما احدث وكان الامر به المختص

بنجم الدين الطنبذي .

یعنی ۷۹۱ھ میں موزنوں نے اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام ایجاد کر دیا اور یہ پہلی بار ایجاد ہوا اور اس کا حکم دینے والا مختص بنجم الدین طنبذی تھے۔

یہ درحقیقت ایک حاکم وقت کے بیٹے کا قتل ہونے کے بعد اس کے بیٹے پر صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا تھا۔ تاریخ میں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ حاکم رافضی تھا ملاحظہ ہو الادبائع۔ سلطان صلاح الدین یوسف بن ایوبؒ جب برسر اقتدار آئے تو انہوں نے اس بدعت کو بند

نور فرمائیے کہ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما صرف اس لئے ناراض ہوئے کہ الحمد للہ رب العالمین پر صلوٰۃ و سلام کا اضافہ انہوں نے دیکھا۔ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ جھینٹے وقت نبی کریم ﷺ منع فرما چکے ہیں۔ بلکہ نبی ﷺ نے جو کچھ تعلیم فرمایا اس پر اضافہ اگرچہ صلوٰۃ و سلام کی شکل میں کیوں نہ ہو حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

فقہاء حنفیہ کے مشہور محدث علامہ علی ابن سلطان المعروف علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مروجہ صلوٰۃ و سلام سے منع فرما چکے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

فما يفعله المودنون الآن عقب الاذان من الاعلان با
لصلوة والسلام مراراً اصله سنة والكيفية بدعة لان
رفع الصوت في المسجد ولو بالذكر فيه كراهة مرفقة.

(شرح مشکوٰۃ ج ۲ ص ۲۶۱)

یعنی اذان کے بعد اگرچہ ہر مسلمان کو درود شریف پڑھنا چاہئے۔ مگر آج کل مؤذنوں نے اذان کے بعد زور زور سے صلوٰۃ و سلام پڑھنا شروع کیا ہے۔ یہ طریقہ بدعت ہے اور پھر مسجد میں اونچی آواز سے اگرچہ ذکر اللہ کیوں نہ ہو، ناپسندیدہ ہے۔ واضح رہے کہ یہ شرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے رسول کریم ﷺ کی اس حدیث کے ذیل میں فرمائی ہے۔

اذا سمعتم المئذون فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا
علي. (الحديث)

یعنی اذان سننے کے ساتھ ساتھ جواب دو اور پھر مجھ پر درود پڑھو۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ یہ وضاحت فرماتے ہیں کہ اذان سننے کے بعد درود شریف پڑھنا سنت و عبادت ہے لیکن مؤذنوں کا اونچی آواز سے صلوٰۃ و سلام پڑھنا ناجائز و مکروہ ہے۔
(نوٹ) اصطلاحات فقہ کھننے والے حضرات اس مقالے میں نہ پڑیں کہ فیہ کراہۃ فرمایا ہے کیونکہ فتاویٰ عالمگیری میں یہ اصول موجود ہے۔

والمروى عن محمد رحمة الله تعالى نصاً أن كل

ص ۲۵۵

آگے انہوں نے بڑی تفصیل سے مثالیں دے کر سمجھایا ہے کہ حضور ﷺ پر درود شریف بھیجنا اگرچہ بہت بڑی عبادت ہے مگر شریعت نے جس جگہ حکم دیا ہو۔ اور چونکہ یہ بتایا گیا ہے اور حضور ﷺ کے مؤذنوں نے بھی اذان کے ساتھ بلند آواز سے کبھی نہیں پڑھا اس لئے یہ عبادت نہیں اور اس سے بچنا اور اس سے منع کرنا بہت ضروری ہے۔

علامہ ابن الحاج نے یہ بھی لکھا کہ یہ صلوٰۃ و سلام کی بدعت جس ملک میں ایجاد ہوئی ہے (مصر) اس کی طرف جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہاں سے فتنے اٹھیں گے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

”واصل احداثه من قبل المشرق وتقدم الحديث عنه

عليه الصلوة والسلام بقوله الفتنة من ههنا وأشا رالي

المشرق.“ (ملاحظہ ہو والد علی ج ۲ ص ۲۵۲ ج ۱ ص ۸)

علامہ ابن الحاج مزید فرماتے ہیں۔

كيف كان خوف الصحابة رضي الله عنهم.

ترجمہ: صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین دین میں ایجاد کرنے سے بڑے گھبراتے تھے۔

علامہ ابن الحاج رحمۃ اللہ علیہ نے ایک وہم کا بھی ازالہ فرمایا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ صلوٰۃ و سلام پڑھنا قرآن و سنت کی روشنی میں بہت بڑی عبادت ہے اس سے کیسے منع کیا جاسکتا ہے؟

تو ہم جواب دیں گے کہ جس جگہ شریعت نے اس کی تعلیم نہ دی ہو اپنی طرف سے پڑھنا عبادت نہیں بلکہ ناجائز ہے اور انہوں نے مثال میں امام ابو الحسن رزین رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کے حوالے سے لکھا کہ عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک آدمی کو چھینک آئی اور اس نے پڑھا الحمد للہ و سلام علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ حوالہ بالا۔ تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے ڈانٹا اور فرمایا۔

حضور ﷺ نے جھینٹے وقت ہمیں صلوٰۃ و سلام نہیں بلکہ ”الحمد للہ رب العالمین“ تعلیم فرمایا ہے۔

مکروہ حرام (ملاحظہ ہو فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۲۰۸)
یعنی حضرت امام محمد رحمہ اللہ سے یہ وضاحت مروی ہے کہ ہر مکروہ حرام ہوتا ہے۔
نیز فقہاء کے ہاں یہ قاعدہ بھی موجود ہے کہ اگر مکروہ کام بار بار کر لیا جائے یا ثواب
سمجھ کر کر لیا جائے تو وہ بھی درجہ حرام کو پہنچ جاتا ہے۔ ”لا صغیرۃ مع الاصرار ولا کبیرۃ
مع الاستغفار“ وغیرہ روایات کا بھی یہی حاصل ہے۔
علامہ ابن عابدین شامی نے لکھا ہے۔

انہ حرام لما صح عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
انہ اخرج جماعة من المسجد یهللون ویصلون علی
النبي صلی اللہ علیہ وسلم جہراً وقال لهم مالی اراکم الا

مبتدعین (فتاویٰ شام ج ۵ ص ۲۵۵ طبع بیروت و فتاویٰ شام ج ۵ ص
۲۸۱-۲۸۲ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ، پاکستان)

یعنی مسجد میں زور زور سے ذکر یا صلوٰۃ و سلام پڑھنا حرام ہے کیونکہ حضرت ابن
مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت میں ثابت ہے کہ انہوں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو مسجد نبوی
صلی اللہ علیہ وسلم میں مل جل کر بعض روایات میں بنے حلقہ باندھ کر ذکر اور صلوٰۃ و سلام زور زور سے
پڑھ رہے تھے تو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ میں تم کو بدعتی سمجھتا
ہوں اور ان کو مسجد نبوی سے باہر نکالا۔ یہ واقعہ شامی کے علاوہ فقہ حنفی کے مشہور فتاویٰ
میں بھی موجود ہے۔ ملاحظہ ہو۔ (فتاویٰ برازیہ علی الہندیہ ج ۶ ص ۷۸ مکتبہ ماجدیہ
کوئٹہ پاکستان) غور فرمائیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مسجد میں ذکر یا درود زور زور سے پڑھنے کو
کتنا بڑا جرم سمجھتے تھے اور ان کو مسجدوں میں نہیں چھوڑتے تھے جن لوگوں کو واقعی رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت اور عشق ہے۔ ان کو اس واقعہ سے عبرت حاصل
کرنا چاہیے کہ جس کام کو دین ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جاتا ہے اس کو
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے دینی سمجھتے تھے اور ایسے لوگوں کو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم دشمنان دین سمجھتے
تھے اور انہیں مسجد سے نکالتے تھے۔

فائدہ : یہ بات تو صراحت و روایت سے ثابت ہے کہ یہ زور سے صلوٰۃ و سلام پڑھنے

والے صحابہ ہرگز نہ تھے کیونکہ کسی صحابی نے کبھی کوئی بدعت نہیں کی نیز صحابہ نے صحابہ کو
کبھی بدعتی بھی نہیں فرمایا۔ اگر یہ کہا جائے کہ صلوٰۃ و سلام مروجہ تو ۷۰۰ھ کے بعد ایجاد ہوا
ہے۔ جیسا کہ بحوالہ گذرا تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانے میں پڑھنے والے کہاں سے
آئے؟ تو جواباً عرض ہے کہ علم حدیث سمجھنے والے اس کو با آسانی سمجھ سکتے ہیں۔ کیونکہ صحیح
احادیث میں وارد ہے کہ دجال قرب قیامت میں ظاہر ہوگا۔ مگر صحابہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت
تیم داری نے اپنے زمانے میں دجال کو ایک جزیرے میں ہاتھ پاؤں میں جکڑا ہوا دیکھا ہے
اور جب یہ واقعہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا تو آپ نے بھی تصدیق فرمائی کتاب
الفتن کی احادیث کے ذیل میں شرح حدیث نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تعلیم و حکمت کے
طور پر بعض فتنوں کا خیر القرون ہی میں ظہور فرمایا ہے تاکہ اصولی طور پر اس کا رد ہو جائے۔
اسلئے اکاد و واقعات سے بدعت کا رائج ہونا سمجھ لینا درست نہیں۔

آیت صلوٰۃ اعلیہ وسلم و اتسلیمًا سے متعلق بحث

عام طور پر اہل بدعت کی طرف سے یہ بات سننے میں آتی ہے جو انہوں نے اپنی تمام
کتابوں اور فتاویٰ میں لکھی ہے کہ صلوٰۃ و سلام ان اللہ و ملتکنتہ، یصلون علی النبی
الایتنہ۔ پر عمل کرتے ہوئے پڑھتے ہیں اس وقت بھی میرے سامنے صلوٰۃ و سلام کے جواز کا
اشتہار ہے جو دارالعلوم قادریہ سبحانیہ شاہ فیصل کالونی برہہ کراچی کی طرف سے شائع
کردہ ہے۔ اس اشتہار میں بھی شروع سے لے کر آخر تک اس آیت کو موضوع بنا کر جواز
ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس لئے اصولی طور پر چند گزارشات سمجھی جائیں اولاً یہ آیت کریمہ جناب نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے اور سب سے پہلے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان نبوت سے صحابہ کرام
اس کے سننے والے ہیں۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قرآن کریم سمجھنے والا کوئی نہیں
ہو سکتا۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ قرآن کریم پر عمل کرنے والا کوئی نہیں ہو سکتا۔
آیت کریمہ کے نازل ہونے کے بعد صحاح ستہ کی احادیث میں موجود ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ بخاری و مسلم کے الفاظ میں ہے۔

قلنا یا رسول اللہ کیف الصلوٰۃ علیکم اهل البيت

فان الله قد علمنا كيف نسلم عليك قال قولوا اللهم صل

علي محمد وعلي آل محمد. (الحديث - مشکوٰۃ ج ۱ - ص ۸۶)

یہاں چند باتیں سمجھنے کی ہیں۔ (۱) آیت کے نزول کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم ﷺ سے درود شریف کے بارے میں پوچھا ہے (۲) جناب نبی کریم ﷺ نے درود ابراہیمی تعلیم فرمایا ہے۔ جو اللہم سے شروع ہوتا ہے یہ عجیب بات ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جو سب سے بڑے علماء اور عاشقان رسول تھے انہوں نے اپنی طرف سے صلوٰۃ و سلام بنانے کی کوشش نہیں کی بلکہ اس سلسلہ میں جناب نبی کریم ﷺ سے مراجعت فرمائی معلوم ہوا کہ درود شریف کوئی بھی اپنی طرف سے نہیں بنا سکتا۔ اور اگر اپنی طرف سے بنایا گیا تو قرآن کریم کی آیت پر عمل کرنے کے خلاف ہوگا۔

(۳) جناب نبی کریم ﷺ نے بھی صحابہ سے یہ نہیں فرمایا کہ میری تعریف و منقبت میں جو چاہو الفاظ بناؤ۔ خواہ وہ الصلوٰۃ و السلام عليك يا رسول الله کے الفاظ ہوں یا مصطفیٰ جانِ رحمت پر لاکھوں سلام کے الفاظ ہوں۔ بلکہ نبی اکرم ﷺ نے خود درود شریف بیان فرمایا۔ معلوم ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کا منشا بھی یہی ہے کہ میری تعظیم و تکریم بجا لائی جاسکتی ہے کہ میرے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق مجھ پر درود شریف پڑھا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ کتب احادیث میں درود شریف کے جتنے طرق آئے ہیں وہ اللہم صل علی سے شروع ہوتے ہیں علماء اہلسنت نے صاف صاف لکھا ہے کہ اگر ایسے الفاظ سے درود پڑھا جائے جن کے شروع میں اللہم کے الفاظ نہ آتے ہوں تو قرآن کریم کی آیت پر بھی عمل نہیں ہوگا اور وہ درود بھی نہیں کہلائے گا۔ مفر اہل سنت علامہ آلوسی بغدادی لکھتے ہیں :-

ومتقضي ظاهر ارشاده صلى الله تعالى عليه وسلم اياهم

الي طلب الصلاة عليه من الله تعالى شانه انه لا يحصل

امتنال الامر الا بما فيه طلب ذلك منه، عز وجل ويكفي

اللهم صل علي محمد لانه الذي اتفقت عليه الروايات

في بيان الكيفية. (تفسير روح المعاني پارہ ۲۲ ص ۷۸-۷۹)

نبی اکرم ﷺ کے ارشاد عالیہ کا تقاضہ یہ ہے کہ بندے اللہ سے درخواست کرس کہ اے اللہ ہمارے نبی کریم ﷺ پر درود و سلام نازل فرما اور حدیث میں درود و سلام کے جتنے طریقے آئے ہیں ان سب میں اللہ تعالیٰ سے درخواست و طلب ہے۔

علامہ آلوسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر ایسے الفاظ پیش کئے جائیں جن کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ ہو تو وہ ناجائز ہوں گے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں الصلوٰۃ علي رسول الله فانه لا يجزي اتفاقا لانه ليس فيه اسناد الصلوٰۃ الي الله فليس في معني الوارد روح المعاني - حوالہ بالا۔

ترجمہ: الصلوٰۃ علي رسول الله کے الفاظ بطور درود و سلام کے پڑھنا بالاتفاق ناجائز ہے کیونکہ اس میں صلوٰۃ و سلام کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی گئی ہے تو یہ احادیث میں آئے ہوئے درود و سلام کے خلاف ہوا۔

پس معلوم ہوا کہ الصلوٰۃ و السلام عليك يا رسول الله یا مصطفیٰ جانِ رحمت پر لاکھوں سلام وغیرہ آیت قرآنی پر عمل کے لئے کافی نہیں ہیں۔ علامہ آلوسی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ صحابہ کرام کے پوچھنے پر رسول اکرم ﷺ نے اللہم صل کہہ کر جو درود شریف تعلیم فرمایا ہے وہ اس لئے ہے کہ بندوں کی طاقت ہی نہیں کہ وہ بارگاہ نبوت میں صلوٰۃ پیش کر سکیں کیونکہ جب آیت میں آیا ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ اور فرشتے حضور ﷺ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں تو بندے اللہ تعالیٰ سے درخواست کرس کہ اے اللہ آپ ہماری طرف سے بھی درود و سلام بھیجیں۔ علامہ آلوسی کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

وفيه إيماء الي انكم عاجزون عن التعظيم الاثني بي

فاطلبوه من الله عز وجل لي - (روح المعاني پارہ ۲۲ ص ۷۸)

علامہ نیساپوری فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنا اس لئے ضروری ہے کہ ان مرتبۃ العبد تقصر عن ذلك بل يسأل ربه سبحانه أن يصلي عليه الصلاة والسلام - (تفسیر روح المعانی پارہ ۲۲ ص ۷۹)

ترجمہ: اس لئے کہ بندہ کا مرتبہ اس سے کم ہے بلکہ وہ اپنے رب سے سوال کرے گا کہ وہ اس کی طرف سے نبی کریم ﷺ پر صلوٰۃ و سلام بھیجے۔ (ابن نجیم نے بحوالہ اثنی عشر ص ۲۲۸ پر یہی فرمایا ہے)

کہ حضرت ﷺ تشریف فرمائیں ہوتے بلکہ احادیث مبارکہ کے مطابق فرشتے صلوٰۃ و سلام پہنچاتے ہیں جیسا کہ سنن دارمی و بیہقی نسائی کی روایات میں ہے۔ (مشکوٰۃ ص ۸۶ ج ۱)۔

حیرت و تعجب! مقام حیرت ہے کہ قسطلانی فتح الباری اور عمدۃ القاری کی ایک مجہول توجیہ نقل کرتے ہوئے زمانہ حاضر کے بریلوی مذہب کے غزالی دوران مولوی احمد سعید شاہ کاظمی ملتانی نے بھی تسکین الخواطر میں یہی دھوکہ دی کی ہے۔

فاذا الحبيب في حرم الحبيب حاضر کا ترجمہ بالکل غلط کیا ہے۔ یہی دیانتداری اوکاڑوی صاحب نے ”راہ حق“ میں کی ہے۔ کیونکہ اس صوفیانہ توجیہ کا صرف اتنا مطلب تھا کہ نمازی جب نماز پڑھتا ہے اور وہ قرب خداوندی کے درجات کو طے کر لیتا ہے تو جب یہ نمازی اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے اور اللہ جل جلالہ کے جناب میں حضور اکرم ﷺ کو موجود پاتے ہیں اور یہ سلام پیش کرتا ہے۔ یہاں پر یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ نبی کریم ﷺ نمازی کے سامنے تشریف لاتے ہیں اہل علم یہ بات بھی یاد رکھیں کہ بخاری کے اولین شارحین جیسے کرمانی وغیرہ نے اس توجیہ کو یکسر نقل ہی نہیں کیا اس طرح غزالی ملتان نے امام غزالی ﷺ وغیرہ بزرگوں کی عبارت نقل کی ہے۔ جس میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ نمازی یہ تصور کر لے کہ نبی کریم ﷺ سامنے ہیں اور وہ سلام پیش کر رہا ہے مگر ویصدق أملك في أنه يبلغه (احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۶۹) ان الفاظ کا ترجمہ و تشریح چھوڑ گئے۔ کیونکہ اس جملے میں امام غزالی نے یہ وضاحت فرمائی کہ آپ کا سلام نبی کریم ﷺ کو پہنچایا جاتا ہے۔ مگر چونکہ یہ الفاظ بریلوی مذہب کی جڑوں کو اکھیرنے والے تھے اس لئے نظر انداز کر دیئے۔ نیز جن بزرگوں نے یہ فرمایا ہے ان کا مقصد صرف اتنا ہے کہ امتی کا سلام فرشتوں کے ذریعے نبی کریم ﷺ تک پہنچایا جاتا ہے چنانچہ ”وفاء الوفاء“ میں امام غزالی کا متدل یہ حدیث بنائی گئی ہے۔

ان الله تعالي و كل بقبره ملكا يبلغه السلام ممن يسلم

عليه من امة. (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۲۹۶)

علامہ مسبودی نے یہ الفاظ بھی لکھے ہیں ہذا فی حق من لم يحضر قبره یعنی یہ ان لوگوں کو سلام پہنچایا جاتا ہے جو روضہ اطہر پر موجود نہ ہوں (کیونکہ روضہ اطہر کے پاس آنحضرت ﷺ کا خود سلام سنا امت محمدیہ کا تقریباً اجماعی عقیدہ ہے اور حق بھی یہی ہے)

علامہ آلوسی رحمہ اللہ کی ان تحقیقات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یا تو ”اللهم صل“ یا ”صلي الله علي محمد“ وغیرہ وغیرہ الفاظ جن میں اللہ تعالیٰ سے درخواست و طلب ہے جائز ہے اور الصلوٰۃ و السلام علی رسول اللہ یا الصلوٰۃ و السلام علیک یا رسول اللہ کے الفاظ میں چونکہ اللہ تعالیٰ سے درخواست و طلب کا معنی نہیں ہے اس لئے یہ صحیح نہیں ہے۔ نماز میں التحیات کے دوران السلام علیک ایہا النبی کے جو الفاظ ہیں وہ چونکہ معراج میں نبی کریم ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش کئے گئے ہیں اس لئے بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیش کردہ الفاظ کو عرض کرتا ہے اس لئے وہ الفاظ اپنی جگہ صحیح اور درست ہیں کیونکہ حکایت شرعیہ کو بدلا نہیں جاسکتا جوں کا توں برقرار رکھا جاتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ۔

السلام علیک ایہا النبی ووجه الخطاب لا بقائه علی

ما ورد حين التعليم واصله في ليلة المعراج. (لمعات شرح

مشکوٰۃ ج ۳ ص ۱۸۱ اسی طرح ملاحظہ ہو۔ مراقۃ جلد ۲ ص ۲۳۱)

بریلوی حضرات یہاں ایک دھوکہ دیتے ہیں کہ السلام علیک ایہا النبی پڑھتے وقت ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ سامنے تشریف فرما ہوتے ہیں اور جب نبی کریم ﷺ موجود ہوں تو الصلوٰۃ و السلام علیک یا رسول اللہ پڑھا جاسکتا ہے جیسا کہ روضہ منورہ پر صلوٰۃ و سلام پیش کیا جاتا ہے لوگ زارش یہ ہے کہ اولاً تو نبی کریم ﷺ کا اپنے روضہ منورہ کے علاوہ کسی اور جگہ تشریف فرما ہونا صحیح نہیں ہے۔ بلکہ سات سو سے زیادہ فقہاء و محدثین نے نبی کریم ﷺ کو عالم الغیب یا حاضر ناظر جاننے والے کو کافر کہا ہے۔

ملاحظہ ہو:-

خلاصة الفتاوی (ج ۴ ص ۳۸۵) فتاویٰ قاضی خان علی السندیہ (ج ۳ ص ۵۷۶)

بزازیہ علی السندیہ (ج ۲ ص ۳۲۶) عالمگیری (ج ۲ ص ۶۶۶) شامی (ج ۳ ص

۲۹۴) خزائن (ج ۳ ص ۸۸)

ثانیاً اگر جناب نبی کریم ﷺ التحیات کے دوران نمازی کے سامنے موجود ہوتے تو پھر بریلوی حضرات کھڑے ہو کر التحیات پڑھتے۔ مگر وہ بھی مسلمانوں کی طرح بیٹھ کر ہی السلام علیک ایہا النبی پڑھتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ لوگ بھی دل میں جانتے ہیں

میں اونچی آواز سے بولنا ہے ادبی ہے جس سے نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں ملاحظہ ہو۔ (تفسیر روح المعانی وفاء الوفاء ج-۴ ص ۱۳۹۶ وشرح شفا وغیرہ) لهذا الصلوة والسلام عليك يا رسول الله کے الفاظ کھڑے ہو کر پڑھنا اور زور سے سلام پڑھنا سب کے سب شریعت اسلامیہ کی روشنی میں بالخصوص اہل سنت والجماعت کے نزدیک ناجائز بدعت اور حرام ہیں۔

صلوة و سلام سے متعلق اہل بدعت کے چند مغالطے اور ان کا ازالہ

ہماری مذکورہ بحث کے متعلق جن حضرات نے اہل بدعت کی کتابیں نہ دیکھی ہوں وہ یہ نہ سمجھیں کہ صلوٰۃ و سلام مروجہ کو ان لوگوں نے درود شریف نہیں کہا ہے سوسن لیجئے مشہور مبتدع مولوی شفیع اوکاڑوی کہتے ہیں۔ ”بہر صورت ہر طرح یہ ثابت ہو گیا کہ یہ درود شریف الصلوٰۃ والسلام عليك يا رسول الله پڑھنا جائز ہے۔ (ملاحظہ ہو راہ حق ص ۳۲)

بعض اہل بدعت نے یہ بھی لکھا ہے کہ چونکہ علماء نے لکھا ہے کہ التحیات کے دوران اخبار اور حکایت جو معراج میں واقع ہوئی ہیں کا ارادہ نہ کرے بلکہ یہ الفاظ بطور انشاء کے پڑھے۔ اس سے یہ سمجھ لیا گیا کہ نبی ﷺ سامنے موجود ہوتے ہیں۔ حالانکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ یہ الفاظ امتی عبارت کے طور پر پڑھتا ہے اس لئے اللہ جل جلالہ اپنے فرشتوں کے ذریعہ اپنے نبی ﷺ کہ یہ الفاظ پہنچاتے ہیں اور درود و سلام کا ثواب نصیب ہوتا ہے سو واضح رہے کہ کسی عالم نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ اخبار اور حکایت نہیں ہے بلکہ اخبار اور حکایت بطور انشاء کے پڑھنے کا لکھا ہے۔ (رد المحتار ج-۱ ص ۲۴۲) جیسے اللہ جل جلالہ نے اپنے انبیاء اور اولیاء کی جو منقبت فرمائی۔ وہ بطور حکایت کے ہیں لیکن پڑھنے والا جب پڑھنے لگتا ہے تو اسے ان کا ثواب ملتا ہے لہذا اس کے حق میں یہ انشاء بھی ہے فریق مخالف کے مسلہ عالم احمد سعید شاہ کاظمی لکھتے ہیں کہ جن عبارات میں سلام تشدد کا علی سبیل الحکایت ہونا وارد ہے۔ وہاں مجرد حکایت مراد نہیں بلکہ حکایت علی طریق الانشاء مراد ہے ملاحظہ ہو۔ (تسکین الخواطر ص ۶۹) بلکہ کاظمی صاحب نے اس کو تحقیق بات کہا ہے سو

سنن دارمی میں صریح حدیث میں موجود ہے۔ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لله ملائكة سياحين في الارض يبلغوني عن اممي السلام (سنن دارمی جزء ثانی ص ۲۲۵)

ان صحیح اور صریح احادیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوئی کہ نبی کریم ﷺ تک امت کا سلام فرشتوں کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے اس کے باوجود یہ کہنا کہ نبی کریم ﷺ نمازی کے سامنے خود تشریف لاتے ہیں کس قدر دیدہ دلیری اور ہٹ دھرمی ہے ان بے انصافوں نے اتنا بھی غور نہیں کیا کہ اس طرح کہنے سے صحیح احادیث سے انکار کے علاوہ جناب نبی کریم ﷺ کی کس قدر بے حرمتی اور بے ادبی کی بات ہے کہ آپ ایک ادنیٰ امتی کے سلام سننے کے لئے خود معاذ اللہ زحمت فرماتے ہیں۔ حالانکہ اس بات کی تردید خود نماز کے اندر موجود ہے۔ کچھ وہ جو ہم لکھ آئے ہیں مزید عرض ہے کہ ”اللهم صل علي محمد“ بے غائب پڑھنا اور تواتر کے درجہ میں اس کا مشہور و معروف ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ تک درود و سلام پہنچایا جاتا ہے آپ ہرگز ہرگز خود تشریف فرما نہیں ہوتے۔

حالانکہ اگر کھڑے ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھنا کوئی عبادت ہوتی تو نمازی کو حکم ہوتا کہ السلام عليك ايها النبي پڑھتے وقت کھڑے ہو جایا کرو۔ بلکہ نمازی کو یہ حکم ہوتا کہ رکوع بعد میں کرو اور سلام پہلے پیش کرو۔ سو معلوم ہوا کہ صلوٰۃ و سلام کے آداب میں سے روضہ رسول ﷺ کے علاوہ دوسرے مقامات پر کھڑا ہونا نہیں ہے۔

رابعاً یہ لوگ صلوٰۃ و سلام مروجہ کھڑے ہونے کے علاوہ زور زور سے بلکہ لاؤڈ اسپیکروں میں پڑھتے ہیں اذان کے بعد بھی اور میلاد کے اندر بھی اور کہتے ہیں کہ ”آمین تاج والا“۔ اگر یہ اپنے کہنے میں سچے ہیں اور تاجدار مدینہ ﷺ تشریف فرما ہوتے ہیں تو زور زور سے صلوٰۃ و سلام پڑھنا نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں بنص قرآن حرام و ناجائز ہے۔ بلکہ بنص قرآن ان کے تمام اعمال ضائع اور برباد ہو چکے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ اے ایمان والو نبی کریم ﷺ کی آواز مبارک پر اپنی آوازوں کو اونچا نہ کرو۔ ان تحبیط اعمالکم و أنتم لا تشعرون (سورہ حجرات) یعنی اگر تم نے اپنی آوازیں اونچی کی تو تمہارے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے اور تمہیں پتہ بھی نہیں چلے گا۔

اس آیت کے ذیل میں مفسرین اہل سنت نے لکھا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی موجودگی

کو حکایت معراج قرار دیا ہے (جیسا کہ تمام شروح حدیث و کتب فقہ میں مصرح ہے) جب اس کا جواب دینے سے کاظمی صاحب بے بس ہو گئے اور سب دشتم جو انہیں اپنے بڑوں سے ورثے میں ملا ہے اس کا فریضہ بھی ادا فرمایا تو علم حدیث کے اصول کے سمندر میں غوطے کھانے لگے اس غوطہ زنی میں جو موتی انہوں نے برآمد فرمائے ہیں وہ ملاحظہ ہوں۔ فرماتے ہیں مخالفین کا سلام تشدد کو واقعہ معراج کی حکایت قرار دینا مخالفین کے اپنے اصول و مسلمات کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ علی الاطلاق کسی ایسی روایت کو نہیں ملتے جسکی سند موجود نہ ہو۔ آگے انہوں نے حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ کے عرف شذی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت نے عرف شذی میں فرمایا ہے ولکنی لم أجد سند هذه الروایة اور اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کاظمی صاحب نے اپنی طبیعت یوں خوش فرمائی ہے کہ ہم ابواب فضائل و مناقب میں ان روایات کو تسلیم کرتے ہیں جن کی سند ہمارے سامنے نہ ہوں۔ مگر علماء محدثین یا فقہاء معتبرین و دیگر علماء متعدد علمین نے انہیں قبول کیا ہو۔ (تسکین الخواطر حصہ اول ص ۷۸)

کاظمی صاحب نے اس تنقید میں علم دیانت کا جو خون کیا ہے اس پر کاظمی صاحب سے اور ان کے ہم مسلکوں سے شکوہ کرنا تو عاشق سے توقع صبر کرنے کے مترادف ہے۔

۷۰ کوشش بے فائدہ است وسمہ بر آبروے کور

البتہ حضرت امام غزالیؒ جیسے امام ہدایت و انصاف کے حال پر رحم آتا ہے جن کے مقدس لقب غزالی کو آج دیوانوں پر چسپاں کیا جا رہا ہے۔ کاظمی صاحب کا یہ کہنا کہ علماء اہل سنت، علماء دیوبند علی الاطلاق کسی ایسی روایت کو نہیں ملتے جن کی سند موجود نہ ہو۔ یہ علماء حق پر افتراء اور بہتان عظیم ہے کیونکہ علماء دیوبند سند کے بارے میں احکام و عقائد میں اگرچہ مخاطبین محدثین کے اصول کو پیش نظر رکھتے ہیں۔ لیکن جن فقہاء و محدثین کے علم پر اعتماد ہے۔ اگرچہ ان کے ہاں اس کی سند نہ ہو تو ایسی روایت ہمارے ہاں قابل قبول ہے۔ جیسے فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب ہدایہ کی بعض احادیث کا حال ہے جن کی سندیں محدثین کے قواعد کے مطابق یا تو کمزور ہیں یا ناپید ہیں۔ جس کی تفصیل جمال زبلی کے نصب الراية میں موجود ہے۔

فضائل و مناقب میں بھی ثقہ حضرات کے علم پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ نہ جانے کاظمی صاحب کو مطلق و مقید کی تعریف معلوم نہیں یا وہ اپنے ماننے والوں کو اس طرح افتراءوں کے

معلوم ہوا کہ مبتدعین بھی اس کو ملتے ہیں کہ یہ واقعہ اصلاً حکایت ہے۔ مگر چونکہ عبادت کی نیت سے پڑھا جاتا ہے اس لئے انشاء کی حیثیت رکھتا ہے جس پر ثواب ملنے کا دار و مدار ہے۔

مقام حیرت و افسوس: کاظمی صاحب نے اپنی کتاب تسکین الخواطر حصہ اول ص ۶۶ تا ۷۸ پر جو کچھ سب دشتم اور لعن طعن بر صغیر کے علماء راسخین اور اولیاء کالین جیسے شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد صاحب عثمانیؒ اور امام العصر حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ پر کیا ہے اس کے بارے میں اولاً تو یہ عرض ہے کہ اس کا انتقام بروز محشر مقام محمود پر کھڑے ہو کر فخر و دو عالم جناب نبی کریم ﷺ خود لیں گے کیونکہ محدثات و بدعات پر ایمان لانے والے وہیں سے گزر رہے گے اور نبی کریم ﷺ ان کی بدعات سے مطلع ہونے کے بعد فسحقا فسحقا لا صحاب النار فرمائیں گے۔ یعنی تباہ و برباد ہو جائیں یہ سنت کو چھوڑ کر بدعت کرنے والے بدعتی جنہی۔ (ملاحظہ ہو بخاری شریف ج ۲ کتاب الخوض)

ثانیاً ان تمام بد دعاؤں اور گالیوں کے تو یہ حضرات بزرگان اہل سنت ہرگز مصداق نہیں ہو سکتے البتہ معتقداً حدیث ایسی مقدس ہستیوں کے حق میں ایسی بد گوئی کرنے والا انشاء اللہ العزیز دنیا اور آخرت میں اپنے کلمات کا خود مصداق بنے گا و ما ذلک علی اللہ بعزیز۔

ہم نے یہاں کاظمی صاحب کا ذکر مختصراً کیا ہے جو اس مقام کا تقاضہ تھا۔ تفصیلی جائزہ انشاء اللہ العزیز شائع ہو گا۔ جس میں غزالی صاحب کی دو کتابوں تسکین الخواطر اور الحق المبین کا تفصیلی تذکرہ ہو گا۔ اہل علم کی دلچسپی کے لئے عرض ہے کہ ایسے غزالی کم دیکھنے میں آئیں ہوں گے جنہوں نے ہدایتہ النحو اور کافیہ جیسی معروف کتب نحو شرح جانی سمیت مطالعہ نہ فرمائی ہو کیونکہ کاظمی صاحب پہلے غزالی وقت ہیں جنہوں نے ”مدبہ“ کو خدا کے بحث سے خارج فرمایا ہے۔

۷۱ بنوخت عقل زحیرت کہ این چہ بوا لجمعی است

کاظمی صاحب نے جہاں ایجاد نحو کا ایک نیا کارنامہ انجام دیا ہے وہاں ان کی ایک دوسری قابلیت بیضاء بھی پہلے سے کچھ بڑھ کر قابل داد ہے چنانچہ امام العصر امام اہلسنت مولانا انور شاہ صاحبؒ نے جہاں السلام علیک ایہا النبی کے اندر سلام و خطاب

حدیث رسول کہتی ہے جب تم یہ الفاظ سلام کہہ لیتے ہو تو وہ زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کو پہنچ جاتے ہیں (ترجمہ کاظمی صاحب کا ہے) غور فرمائیے! کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ درود سلام پہنچایا جاتا ہے حدیث ان کے خلاف ہے یا جو لوگ کہتے ہیں کہ نہیں، صالحین حتیٰ کہ نبی کریم تشریف لاتے ہیں۔ یہ حدیث ان کی بدعت سے جتنی ہوتی عمارت کو ڈھار ہی ہے۔ فقط دابر القوم الذین ظلموا و الحمد للہ رب العالمین۔

اے چشم اشک بار ذرا دیکھ تو سہی
یہ گھر جو بس رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

ہماری ذکر کردہ ان تمام تفصیل و دلائل سے روز روشن کی طرح یہ بات معلوم ہوئی کہ السلام علیک ایہا النبی کا عقیدہ حاضر و ناظر سے دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں بددیانتی اور کور باطنی مستقل امراض ہیں جن کی شفا اللہ جل جلالہ کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے۔ اس رسالہ میں ہم مروجہ صلوة و سلام کے علاوہ دوسرے بدعت آمیز عقائد و تقریبات پر نہیں لکھا چاہتے۔ یہ چھ باتیں بھی بطور مثال کے ذکر کر دی گئیں۔ اسی پر ایک اور اضافہ کر دیتے ہیں ماکہ اگر کسی کے لئے اللہ تعالیٰ مالک ہدایت کے ہاں ہدایت منظور ہو اور ہدایت نصیب ہو اور جو لوگ حق اور باطل میں تیز کرنا چاہتے ہوں ان پر حقیقی اہل سنت اور دشمنان اہل سنت کا فرق واضح ہو سکے اور ہر شخص دیانت و انصاف کے آئینہ میں فیصلہ کر سکے۔
۵۔ شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات۔

فقہ اسلامی کی تمام کتابوں میں یہ مسئلہ لکھا ہوا ہے کہ جس وقت نمازی نماز ختم کر کے سلام پھیرتا ہے تو جو نمازی وہاں موجود ہوں اور ان فرشتوں کا جو حفظہ کے طور پر مقرر ہیں، و صالح الجن جو نماز کے وقت موجود ہوتے ہیں نمازی سب کی نیت کرے۔

(دورالایضاح ص ۱۷)

اس کے علاوہ یہ مسئلہ فقہ حنفی کی تمام مستند کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ یہ تفصیل بھی ہے کہ کون کس کس کی نیت کرے جن کا حاصل یہ ہے کہ فرشتوں کی نیت کی جائے کیوں کہ حقائق فرشتے کرنا کالین، نیک جنات اور جو مسلمان وہاں موجود ہوں سلام پھیرتے وقت ان کی نیت کی جائے مگر یہ کہیں بھی نہیں لکھا ہوا ہے کہ نبی کریم ﷺ جو السلام علیک ایہا النبی پڑھتے وقت (بریلوی عقیدے کے مطابق جو کہ حاضر تھے) ان کی بھی نیت کی

ذریعہ پکارنا چاہتے ہیں۔ حضرت انور شاہ صاحب نے جو کچھ فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی تفصیل کے ساتھ اسکی سند محدثین کے ہاں نہیں ملی۔ کیا کاظمی صاحب کا کوئی وقار برأت کر کے حضرت مولانا انور شاہ صاحب سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ انہوں نے یہ فرمایا ہو کہ اگرچہ یہ روایت محدثین اور فقہاء کے ہاں مشہور و معروف ہے۔ مگر میں اسکو نہیں مانتا کیونکہ مجھے اس کی سند نہیں ملی۔

فان لم تفعلوا ولن تفعلوا افاتقوا النار التي وقودها الناس
والحجارة الاية۔

شاید کاظمی صاحب نے اصول حدیث کی مشہور کتاب محمد رب الراوی ملاحظہ نہ فرمائی ہو جہاں تلقی امت کو صحت حدیث کی شرط قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو۔

یحکم للحديث بالصحة اذا تلقاه الناس بالقبول وان لم

يمكن له استاذ صحيح (محمد رب م ص ۶۷)

علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ صاحب ہدایہ ایک روایت وعن عثمان رضي الله عنه انه قال الحمد لله فارتج عليه فتزل و صلي كي تحقق كرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ فانها لم تصرف في كتب الحديث بل في كتب الفقه. (فتح القدير علی المنہج ج ۲ ص ۲۰ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ مکر پاکستان)

کیا کاظمی صاحب اور دوسرے بدعت کے سرخنے یہ بہت کر کے ثابت کر سکتے ہیں کہ بزرگان دین نے کسی مستند فقیر یا محدث کی ذکر کردہ روایت کو صرف اس لئے ٹھکرایا ہو کہ اس کی سند ان کو نہ ملی ہو؟ دیدہ و دیدہ باید

فلا حول ولا قوة الا بالله کاظمی صاحب نے بخاری شریف کی حدیث تشدید جس میں نبی کریم ﷺ نے الصلوات کے بارے میں فرمایا ہے فانکم اذا قلمتموها اصابة كل عبد الله صالح في السماء والارض. (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۱۵) سے بھی استدلال فرمایا ہے۔ مگر انہوں نے یہ خیال نہیں فرمایا کہ حدیث مبارکہ ہمارے اعراض کا قلع قمع نہیں کر رہی ہے بلکہ خود ساختہ اسلام دشمن عقیدہ حاضر و ناظر کی جیسے کلاٹ رہی ہیں کیونکہ کاظمی صاحب اور ان کے ہم مسلک صالحین کو یہاں حاضر مانتے ہیں مگر

ہے۔ ﷺ ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں اور اگر ان کی سمجھ میں بات اتر گئی تو بغیر خوفِ لومۃ لائم کے واشگاف الفاظ میں درست عقیدہ اور عمل کا اعلان فرمائیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ایسے موقعوں پر ہمارا کامل راہنما ہے۔

ان العبد اذا اذنب ذنباً ثم تاب توبة تاب الله عليه،
رواه البخاري.

یعنی بندہ جتنے بھی گناہ اور جرائم کر چکا ہو لیکن جب وہ اپنے رب کے حضور توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔

ہم نے علامہ آلوسیؒ اور ابن نجیمؒ کے حوالے سے اور بہت سارے علماء اہلسنت کے حوالوں سے یہ عرض کر دیا ہے کہ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کے الفاظ نبی کریم ﷺ کے تعلیم کردہ نہیں ہیں۔ اس لئے کسی صحابی نے کبھی بھی نبی کریم ﷺ کی عدم موجودگی میں ان الفاظ کو درود و سلام کے طور پر نہیں پڑھا مولوی محمد شفیعؒ اوکاڑوی نے اور دوسرے لوگوں نے شجرہ حجر کی طرف سے جو الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ غیر ثابت ہے کیونکہ وہ تاول تو نبی کریم ﷺ کا تعلیم کردہ نہیں ہے۔

ثانیاً (سیرت حلبیہ ج-۱ ص ۳۶۱) کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے سیرت حلبیہ میں یہ روای کے الفاظ سے ہے جو کمزوری کی علامت ہے۔

ثالثاً نسیم الریاض کے حوالے سے اوکاڑوی صاحب سے نقل کیا گیا ہے نسیم الریاض کے حوالے سے اوکاڑوی صاحب نے جو لکھا ہے صحابہ کرام الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھتے تھے اس کی بھی سند غائب ہے۔ علاوہ انہیں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ وہاں یہ الفاظ ہیں و المنقول فی تحیۃ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں صحابہ اس طرح پڑھتے تھے چنانچہ آپ کی موجودگی میں الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ یا السلام علیک یا نبی اللہ اگر پڑھا گیا تو اس کی حیثیت سلام موجودگی کی ہے اور یہ عمل بھی ہے چنانچہ روضہ منورہ پر بھی اس نظریہ کے تحت ان الفاظ سے صلوٰۃ و سلام پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن دور دراز اور نبی کریم ﷺ کے روضہ کے علاوہ کسی اور جگہ نہ تو صحابہ کرام یہ الفاظ بطور درود شریف کے پڑھ چکے ہیں اور

جائے حالانکہ سارے کائنات کے کالمین پر نیت ایک طرف اور آپ ﷺ پر سلام کی نیت دوسری طرف فداہ ابی و امی و صلی اللہ علیہ وسلم۔ مگر چونکہ جناب نبی کریم ﷺ کی آمد اقدس کا کوئی بھی مسلمان کبھی قائل نہیں ہوا اس لئے کسی کتاب میں نمازی خواہ امام ہو یا مقتدی منفرد ہو۔

الغرض کسی کو بھی یہ اجازت نہیں دی گئی کہ جناب نبی کریم ﷺ پر سلام پھیرتے وقت سلام و رحمت بھیجے کی نیت کی جائے معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ بہت زمانوں بعد کا ایجاد کردہ ہے جو کہ قرآن و سنت اور تعامل امت کی روشنی میں غلط و باطل ہے مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ (مبسوط محمد (ج-۱ ص ۱۰-۱۱) مبسوط سرخسی (ج-۱ ص ۳۰) فتح القدیر (ج-۱ ص ۲۸) کفایہ (ج-۱ ص ۲۸) عنایہ (ج-۱ ص ۲۸) بحوالہ راقی (ج-۱ ص ۳۵۲) بدائع الصنائع (ج-۱ ص ۲۱۳) کتاب الفقہ علی مذاہب الاربعہ (ج-۱ ص ۲۶۶) خلاصۃ الفتاویٰ (ج-۱ ص ۵۶) فتاویٰ عالمگیری (ج-۱ ص ۷۶-۷۷) طحطاوی علی الدرر (ج-۱ ص ۲۳۰) طحطاوی علی الرقاق (ص ۱۳۹) ردالمحتار (ج-۱ ص ۳۵۳) بنایہ (ج-۲ ص ۲۵۵)

ان تمام کتابوں میں یہ مسئلہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہوا ہے بلکہ بہت سارے فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ موجود مسلمان صالح الجہن اور مقرب ملائکہ کے علاوہ کسی اور کی نیت نہ کرے چنانچہ حلبی کبیر ص ۳۲ میں ہے کہ دو غیر ہم اسی طرح نور الایضاح میں ہے۔ و نية المنفرد علی الملائكة فقط نور الایضاح (ص ۷۱) نیز بیشتر فقہاء کرام نے تفضیل البشر علی الملائکہ کا مسئلہ بھی یہیں لکھا ہے جس میں انبیاء علیہ السلام کا بھی تذکرہ ہے۔ مگر یہ کسی نے نہیں لکھا کہ نمازیوں کو انبیاء علیہ السلام یا اولیاء کی بھی نیت کرنا چاہئے۔ یہاں تک کہ مراقی وغیرہ میں ہے کہ جو فرشتے نمازی کے پاس (پیشانی کے اوپر) درود شریف لکھنے کے لئے بیٹھے رہتے ہیں فرشتوں میں ان کی بھی نیت کرے مگر یہ کسی فقیہ نے نہیں لکھا کہ درود لیجانے کی کیا ضرورت آقاؐ و ثناء درود خود موجود ہیں۔ سب سے پہلے ان کی نیت کی جائے۔ ہم فقہاء کے اس متفقہ مسلک کے واسطے سے کاظمی صاحب اور دوسرے ان کے ہم خیال حضرات سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ ان تمام روشن دلائل کی روشنی میں فکر آخرت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اور نبی کریم ﷺ کے ان شب درود مساعی جمیلہ پر نظر کرتے ہوئے جو آپ ﷺ نے امت کے عقیدے اور عمل کو شرک و بدعت سے بچانے کے لئے فرمائی

بریلوی حضرات کی مروجہ صلوٰۃ و سلام ثبوت کرنے کی ہٹ دھرمی

اوکاڑوی صاحب نے صلوٰۃ و سلام کو جائز ثبوت کرنے کی جو کوشش فرمائی وہ ملاحظہ ہو وہ جب کسی طرح سے بھی یہ ثبوت نہ کر سکے کہ خیر القرون میں نبی کریم ﷺ کے روضہ اطہر کے علاوہ دور دراز ملکوں میں مسلمان درود ابراہیمی کی جگہ مروجہ صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں تو یہ ایک مجتہدانہ کارنامہ انجام دینے لگے کلوا و اشربوا میں کھانا پینا منقطع ہے اور صلوا علیہ وسلموا میں صلوٰۃ و سلام مطلق ہے۔ لہذا ثبوت ہوا کہ ہر وہ درود شریف اور سلام جو شریعت میں منع نہیں وہ جائز ہے۔ (راہ حق ص ۲۲-۲۳)

اوکاڑوی صاحب نے جس طرح قیاس فرمایا ہے وہ اپنی جگہ اتنا بھاری ہے کہ شاید موجودہ زمانے کے مبتدعین بھی مل کر اسے نہ اٹھا سکیں مگر کیا کیا جائے کہ حضرات صحابہ کرام ﷺ نے صلوا علیہ وسلموا کو کلوا و اشربوا پر قیاس کرنے کے بجائے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ ہم صلوٰۃ و سلام کیسے پڑھیں اور غر دو عالم ﷺ نے بھی کلوا و اشربوا پر قیاس کرنے کا حکم دینے کے بجائے خود اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ تعلیم فرمائے۔ اوکاڑوی صاحب کی تحقیق بالا کو کسی عجائب گھر میں آویزاں کرنے کے بجائے اب اس کے لئے مخصوص برقیاس کی مثالیں تلاش کی جائیں۔

۵۔ بیس عقل و دانش بیاہ گریٹ

ویسے بھی ان حضرات کی کھانے پینے کے سلسلے میں جنور حالی اور اسی کو اوکاڑوی صاحب کا متدل بنانا عجیب کے علاوہ غریب بھی ہے۔ سچ کہا گیا ہے کہ بھوکا ہر جگہ سے روٹی پکینے کی آواز سنتا ہے۔

اوکاڑوی صاحب تو اس دنیا سے تشریف لے جا چکے ہیں۔ مگر انکے بعد جو حضرات موجود ہیں اور اس قسم کے مغالطوں میں مبتلا ہیں۔ انہیں اگر عملاً دین کی کتابیں دیکھنے کا وقت نہیں ملتا تو کم از کم اولیاء اللہ جن کے ساتھ عشق و محبت کے یہ دعویٰ دار ہیں ان کی کتابیں مطالعہ فرمائیں تاکہ عبادات اور عبادات کے درمیان فرق کر سکیں۔

سنئے! شیخ احمد سرہندی "جنہیں یہ لوگ بھی مجدد الف ثانی تسلیم کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ عبادات پر اضافہ کرنے کو بدعت کہتے ہو کیونکہ اس مبارک زمانے میں نہ تھا تو موجودہ زمانے کے بہت ساری چیزیں جیسے مختلف قسم کے کپڑے، شل،

نہ تو خیر القرون کے مسلمانوں نے اور نہ بعد کے حضرات معتدین نے بلکہ یہ سب حضرات اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ پر مشتمل درود شریف پڑھتے تھے۔

چنانچہ قاضی عیاض نے اپنی مشہور کتاب شفا میں بہت سارے صحابہ اور بزرگان دین کے درود شریف لکھے ہیں اور وہ سب کے سب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے۔ اوکاڑوی صاحب وغیرہ کو یہ شبہ تھا یا ان کی طرف سے یہ مغالطہ تھا کہ درود ابراہیمی نماز کے علاوہ نہیں پڑھا جاسکتا حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے بیہی کی جس روایت کو اوکاڑوی صاحب نے متدل بنایا ہے اس کے مقابلے میں بخاری و مسلم کی صحیح ترین روایات سے نماز کے علاوہ دوسری جگہوں پر درود ابراہیمی پڑھنے کو پسند فرمایا ہے۔ چنانچہ علامہ سمہودی فرماتے ہیں۔

والذی اختارہ لنفسہ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. (وفاء الوفاء ج ۴ ص ۱۴۰۰)

نیز اللہ کے نبی ﷺ کو یہ درود و سلام سب سے زیادہ پسند ہے اس لئے تو نماز میں تجویز کیا گیا ہے۔

الغرض امت محمدیہ ﷺ کے علماء اور اولیاء کا اس پر اتفاق ہوا ہے کہ جو درود نبی کریم ﷺ نے تعلیم فرمایا ہے وہ سب سے افضل ہے اس کے ہم معنی درود و سلام بھی بزرگان دین پڑھ چکے ہیں جس کو علامہ آلوسیؒ فی معنی الوارد کہہ کر بیان فرماتے ہیں۔ مگر الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنا روضہ منورہ کے علاوہ ثابت نہیں ہے۔ ومن ادعی فعلیہ الاثبات۔

میں فریق مخالف کے علماء سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ وہ ادھر ادھر کی لالیعن باتوں سے اپنے دل کو نہ بہلائیں اور امت کے سادہ مسلمانوں کو دھوکہ نہ دیں بلکہ اپنی تمام تر توجہ تحقیق کو اس طرف مبذول فرمادیں اور خیر القرون میں کسی مستند اور معتد مسلمان سے ثابت کرادیں کہ اذان سے پہلے یا اذان کے بعد یا نماز فجر یا نماز جمعہ کے بعد کب اور کہاں اور اس نے کھڑے ہو کر الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ اور یا سلام علیک یا نبی پڑھا ہے؟ تحقیق کرتے وقت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مسجد سے صلوٰۃ و سلام زور سے پڑھنے والوں کو نکالنے کا واقعہ بھی ذہن میں رہنا چاہئے تاکہ تحقیق رسال اور بر محل ہونے کے علاوہ صحابہ کرام ﷺ کے خلاف نہ ہونے پائے۔

اور کرتے، شلوار وغیرہ جو مسلمانوں کے ہاں مستعمل ہیں کیسے جائز ہوئے؟ مجدد صاحب فرماتے ہیں کہ:

برود نوع است عبادت است یا بر طریق عرف و عادت عملیکہ بر سبیل عبادت بودہ خلاف آن رازا بدعتائے منکر میدانیم و در منع آن مبالغہ مینمائیم کہ احداث در دین است و آن مردود است و عملیکہ بنا بر عرف و عادت است خلاف آنرا بدعت منکر نمیدانیم و در منع آن مبالغہ نمی نمائیم کہ بدین تعلق ندارد وجود و عدم، آن مبنی بر عرف و عادت است نہ بر دین و ملت، چہ عرف بعضی بلاد خلاف عرف بعضی از بلاد دیگر است۔ (کتوبات امام ربانی - دفتر اول حصہ چہارم ص ۲۲)

غور فرمائیے کہ حضرت مجدد صاحبؒ نے دنیا کی چیزوں کو عبادت فرما کر دین کی چیزوں سے علیحدہ فرمایا۔ کاش کہ مجدد وقت حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کے اس ملاحظہ کو یہ لوگ ٹھنڈے دل سے بار بار پڑھیں۔ عبادت و عادت میں فرق سمجھیں اور امت کو غلط سمجھ کے حیلہ کے ذریعے، سنن سے جٹا کر بدعت کی کچھڑ میں نہ ڈالتے اور یوں سنت کی برکت سے امت کا اتحاد و اتفاق برقرار رہتا ہے۔

اے بے آرزو کہ خاک شدہ

مجدد صاحبؒ نے شان مجددی کا حق ادا کرتے ہوئے کیسے صریح لفظوں میں دین میں محدث اور بدعت کو ”آن مردود است“ کہہ کر ولی کامل ہونے کا ثبوت دیا ہے اور دعویٰ چیزیں جیسے کھانے پینے وغیرہ جن کے ذریعہ یہ لوگ مغالے دیتے ہیں ان کے بارے میں کیسے صاف لفظوں میں فرمایا کہ ”و عملیکہ بنا بر عرف و عادت است بدین تعلق ندارد“ یعنی ان چیزوں کا تعلق عرف و عادت سے ہے دین میں ان کی کوئی حیثیت نہیں لہذا یہ بدعت نہیں ہے۔

ایک وہم اور اس کا ازالہ

شاید کوئی نادان یہ کہے کہ مروجہ صلوٰۃ و سلام یا عرس وغیرہ بدعت و محدثات کو بھی عبادت عرفی قرار کیوں نہیں دیا جاتا سو واضح رہے کہ ان کا عبادت ہونا خود شریعت سے ثابت ہے اس لئے صلوٰۃ و سلام کے تمام مسائل و فضائل بلکہ کیفیات اور اوقات تک مذہب اہل

سنت کی کتابوں میں موجود ہیں اس لئے ان کو عادات نہیں کہا جاسکتا۔ بلکہ عبادات کو عادات کہنا اور درحقیقت اس کی عبادت سے انکار کرنے کے مترادف ہے۔ نیز کیا یہ لوگ اپنے ان بدعت حسنہ کے بارے میں یہ برداشت کر لیں گے کہ ”بدین تعلق ندارد“ اور ”مبنی بر عرف و عادت است“ نہ بر دین و ملت۔ اگر ان کے نزدیک بھی نہ تو ان چیزوں کا دین سے کوئی تعلق ہے اور نہ دین و ملت کے حصے ہیں تو پھر مسلمانوں کو کیوں لڑایا جا رہا ہے؟

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے

افسوس کہ عمر بھر اولیاء اللہ کے نام پر کھانے والے ایک طرف تو اپنے آپ کو بزرگان دین کے ماننے والے قرار دے رہے ہیں مگر دوسری طرف حضرت مجدد الف ثانیؒ جیسے کامل ولی اللہ کے ارشادات سے انحراف اور ہٹ دھرمی برت رہے ہیں۔ اگر علماء دیوبند سے تمہیں اللہ واسطے کا میر ہے تو چلے جن کو آپ بھی مجدد تسلیم کرتے ہیں ان کی اطاعت کر لیجئے مقصد تو بدعت سے بچنا ہے۔

الحکمة ضالة المثلومین این ما وجدھا فھو الحق
بانخذھا۔ (الحدیث)

وادیما ترا از حج مقصود نشانی

بدعت حسنہ کے نام پر نبی عربیؐ کی مبارک سنتوں سے منحرف ہونے والے اولیاء اللہ کے صاف ستھرے آئینہ میں ذرا اپنا عقیدہ مطالعہ کریں اور مجدد صاحب کی یہ عبارت بار بار پڑھیں۔

”سنت و بدعت ضد یک دیگر اند وجود یکے مستلزم نفی دیگر است“ یعنی سنت اور بدعت آپس میں مقابل ہیں۔ بدعت کا مان لینا سنت کی نفی کرنا ہے۔ پس عبادت راحنہ گو بند یا سینہ مستلزم رفع سنت است۔ یعنی بدعت کو حسنہ کہے یا سینہ بہر حال سنت کو ختم کرنے والی ہے۔ (کتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم ص ۶۴)

بدعت کجے تو پھر یہ بہترین عبادت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بدعت ہے ہی نہیں۔ یہ روایت اکثر العمل میں بخاری کے باب خلق الافضل میں اور جعفر قریابی کی سنن میں اور اسی طرح ابن سعد اور ابن نصر کے ہاں موجود ہے گویا اس کی مثال ایسی ہوئی جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قل ان كان للرحمن ولد فانا اول العابدين یعنی کبھو کہ اگر اللہ رحمن کی کوئی اولاد ہوتی تو میں سب سے پہلے عبادت کرتا۔ تو جیسا کہ اللہ رحمن کی کوئی اولاد نہیں ہو سکتی کوئی سنت بدعت نہیں ہو سکتی۔

رسول کریم ﷺ نے تو ارشاد فرمایا ہے علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين۔ یہ روایت صحاح ستہ کی اکثر کتابوں میں ہے گویا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خلفاء راشدین کے طریقے کو بھی سنت کہا ہے۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات بطور تمثیل کے تھی۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء کرام نے نماز تراویح کو سنت و مستحب فرمایا ہے ”بدعت نعت“ کی اصطلاح کہیں نہیں ہے۔ جو حضرات جیسے عرابین عبدالسلام وغیرہ بدعت خمسہ کی مثالیں دے چکے ہیں وہ صرف لغوی اور سطحی طرز کی تقسیم ہے ورنہ وہ حضرات بھی کل کل بدعت ضلالہ کو عام قانون سمجھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان بزرگوں نے دین میں کوئی اضافہ نہیں فرمایا۔ حافظ تقی الدین ابن دقن العید نے کیا خوب لکھا ہے ”ورد بمعناه علي حقيقتها من العموم“ (احکام الاحکام جلد ۲ ص ۱۲۲) آگے فرماتے ہیں وقسمه البدعة الى الاقسام المذكورة والى الحسنة والسنية ليس عليها اشارة من علم لانه لم يرد دليل دال عليها ولم يرح حديث ورد في هذا الباب رائحة القسمة قط۔ (حوالہ بالا)

یعنی بدعت کی تقسیم اور حد اور مسبہ کی باتوں میں علم کی بوجہ نہیں کیونکہ نہ تو کوئی ایسی دلیل ہے اور نہ حدیث رسول ﷺ جس میں بدعت کی قسمیں کی گئی ہوں بڑی تفصیل سے لکھنے کے بعد مزید فرماتے ہیں۔

ہر کہ عاشق شد اگرچہ نازنین عالم است
ناز کی کے راست آید بار میاید کشید

بدعت حسنہ کی بحث :

عن جابر رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اما بعد فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدي هدي محمد.

یہ لوگ بدعت حسنہ کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ کاش کہ آپ علم منطبق کا پہلا رسالہ دیا فرمائی ”پڑھ چکے ہوتے تو آپ کو کلی اور جزئی کا فرق معلوم ہوا ہوتا۔ مگر جن لوگوں کو نبی موصوم ﷺ صاحب وحی محمد رسول اللہ ﷺ کا ارشاد عالیہ کل بدعة ضلالة پراطمینان نہیں ہے اور وہ حیاء کے پردے چاک کرتے ہوئے بدعت کو حسنہ سمجھنے کے قائل ہوں وہ کبھی بھی قاعدہ کلیہ کو نہیں سمجھیں گے۔

ایک مخالطہ اور اس کا جواب :

اہل بدعت کو جب قرآن و سنت میں کوئی چیز نہیں ملتی تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا جملہ جوانوں نے تراویح کے بارے میں فرمایا تھا ”نعمت البدعة هذه“ سو گزارش ہے کہ اولاً تو تراویح سنت رسول اللہ ﷺ ہے اہل سنت کی محترم کتاب فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

وهي سنة رسول الله ﷺ وقيل هي سنة عمر رضی اللہ عنہ

والاول اصح۔ (عالمگیری ج ۱ ص ۱۱۶)

یعنی حق اور صحیح یہ ہے کہ میں رکعات تراویح باجماعت بھی رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔ سنت رسول ﷺ کو کیسے بدعت کہا جاسکتا ہے بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لئن كانت هذه بدعة لنعمت البدعة۔ یعنی اس سنت رسول ﷺ کو کوئی

ترجمہ: یعنی اس فقیر (مجدد صاحب) کے نزدیک بدعات میں سے کسی بدعت میں حسن اور نورانیت نہیں دکھائی دیتی اور سوائے اندھیرے اور بربادی کے بدعت میں اور کچھ بھی نظر نہیں آتا اگر آج بدعتیوں کی بینائی کمزور ہے اور وہ بدعت کو عمدہ اور اچھا دیکھتے ہیں تو کل قیامت کے دن جب کہ نگاہیں تیز کر دی جائیں گی تو سوائے بربادی اور شرمندگی کے اور کچھ نہ ہوگا۔

بوقت صبح شود بچو روز معلومت
کہ باکہ بانہ عشق در شبہ دیگور

مجدد صاحب مزید فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ہر بدعت کو گمراہی فرمایا ہے پس معنی حسن و بدعت چر بود 'مزید لکھتے ہیں کہ حدیث تخصیص بہ بعض ندارد پس ہر بدعت سیئہ بود یعنی حدیث میں بدعت حسن کی کوئی تخصیص نہیں ہے 'پس ہر بدعت بری ہی ہوگی۔ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ جن کا نام بدعت حسن رکھا گیا ہے غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی سنت کو ختم کرنے والی ہے۔ (کتوبات امام ربانی دفتراول حصہ سوم ص ۷۲-۷۳)

”بدعت کا معنی و مفہوم“

بدعت لغت میں ہر نوجو و چیز کو کہتے ہیں اور اصطلاح شریعت میں ہر اس عمل کا نام ہے جس کا داعی یعنی کرنے کی وجہ خیر القرون میں پائی گئی ہو اور دین سمجھ کر نہ کیا گیا ہو بعد میں کر لیا جائے یہ بدعت کہلاتی ہے جو قرآن و حدیث کی روشنی میں دین دشمنی کا نام ہے خیر القرون تین زمانوں کا نام ہے جن میں سب سے پہلا اور مقدس نبی کریم ﷺ کا زمانہ ہے اور دوسرا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ ہے اور تیسرا تابعین و مجتہدین و محدثین کا زمانہ ہے۔ اس کی دلیل نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے۔

خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم
الحادیث - مشکوٰۃ وغیرہ۔

اس حدیث میں رسول کریم ﷺ نے تین زمانوں کو بہترین زمانہ قرار دے دیا ہے۔

ومن ثم أنکر الراسخون فی العلم الکتاب و السنة تقسیم
البدعة الى الأقسام . (احکام الاحکام جلد ۲- ص ۱۲۲)

یعنی جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن و سنت کا صحیح اور راسخ علم عطا فرمایا ہے 'وہ بدعت کی تقسیم کا انکار کرتے ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ بدعت 'بدعت ہی ہوگی کائنات کا کان و من کان و این ما کان و کل بدعة ضلالة علی اطلاقها یعنی بدعت جیسی بھی ہو اور جہاں کہیں بھی ہو وہ گمراہی ہوگی کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے یہ حدیث عام ہے۔ مزید ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ بدعت کو حسن کہتے ہیں وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث کو اپنے صحیح معنی سے اور حقیقی بنیادوں سے ہٹاتے ہیں دعت الیہ اھو الھم من غیر دلیل لا من قرآن ولا من سنة ولا من اجماع ولا من قیاس جلی و یعزیزہ شبہۃ یعنی جو لوگ بدعتوں کو اچھا سمجھتے ہیں ان کے پاس نہ قرآن کی کوئی دلیل ہے نہ سنت کی نہ اجماع کی اور نہ صاف ستھرے قیاس کی 'مزید فرماتے ہیں۔ و حدیث الباب حجة نيرة علی کل قائل بالتقسیم و الانواع یعنی حدیث رسول ﷺ بدعت حسن و غیرہ کے قائلین کے خلاف ایک روشن دلیل ہے۔

وهذا الحق الیس به خفاء : ندعی عن بینات الطریق

اولیاء اللہ نے بھی ہمیشہ بدعتوں کے خلاف جدوجہد فرمائی ہے 'اولیاء ہند کے تاجدار جن کو مجددیت کا منصب عظمیٰ نصیب ہوا ہے وہ کیا خوب فرماتے ہیں گفتہ اند کہ بدعت برد نوع است حسنہ و سیئہ یعنی کہنے والے کہتے ہیں کہ بدعتوں میں بھی اچھی اور بری ہوتی ہے۔

این فقیر در بیج بدعتیے ازین بدعتیہا حسن و نورانیہ مشاہدہ نمیکند و جز ظلمت و کدورت احساس نمی نماید اگر فرضاً عمل مبتدع را امروز بواسطہ ضعف بصارت بطراوت و نصارت نبیند فردا کہ حدید البصر گردند مانند کہ جزء خہارت و ندامت نتیجہ نداشت :

خیر القرون میں مل رہا ہے اور یا ان کے انعقاد کی وجہ ہی ان زمانوں میں موجود نہ تھی اس لئے وہ بدعت کی تعریف ہی میں داخل نہیں۔

طرفہ تماشہ

موجودہ زمانہ کے میلاد خوانوں نے بخاری کی ایک روایت سے استدلال کیا ہے چونکہ یہ بہت ہی دلچسپ بات ہے اس لئے لکھ دیتا ہوں۔ کہتے ہیں کہ بخاری شریف میں ہے کہ ابولہب نے نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خبر سنی تو اس نے خوشی میں اپنی ایک کنیز کو آزاد کر دیا، لہذا مجلس میلاد کا انعقاد ثابت ہوا۔

شاید اللہ تعالیٰ اہل بدعت کو اپنے اعمال کی سزاؤں میں سے کچھ حصہ دینا چاہتے ہیں اس لئے علماء دیوبند جیسے پکے اور سچے اہل سنت کو وہابی کے لقب سے داغدار کرنے کی پاداش میں ان کو بھی بنایا جا رہا ہے ورنہ ابولہب کے فعل سے استدلال کیسے کیا جاسکتا ہے؟

ذالک عذاب الادنی والعذاب الآخرة اکثر لو کانوا یعلمون

کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خیر القرون کے مسلمانوں نے بلکہ چھ سو سال تک کسی بھی مسلمان نے ابولہب کی یہ تقلید نہیں کی ورنہ اہل بدعت کے چھوٹوں اور بڑوں سب کو جہنم ہی ہے کہ وہ ثابت کریں کہ کیا اس تاریخ کو کسی صحابی نے بھی خوشی میں یہ غلام یا کنیز آزاد کی ہے؟ اور کیا امام ابو حنیفہؒ اور امام بخاریؒ وغیرہ آئمہ فقہ و حدیث اور بزرگان اہل سنت نے بھی کبھی اس تاریخ کو منایا ہے؟ ومن ادعی فعلیہ الاثبات۔

لطیفہ تحقیق

۱۲ ربیع الاول بالاتفاق تاریخ وفات ہے اور ولادت باسعادت کی تاریخ صحیح قول کے مطابق ۹ ربیع الاول ہے اس لئے آج تک مسلمانوں میں ۱۲ ربیع الاول کو بارہ وفات کے نام سے یاد کیا جاتا ہے مگر موجودہ زمانے میں یہ لوگ بارہ وفات ہی کو یوم ولادت مناتے ہیں گویا عاشقان رسول ﷺ اپنے نبی ﷺ کی وفات پر خوشیاں مناتے ہیں۔

علاء نے ارشاد فرمایا ہے کہ ان تینوں زمانوں میں خیر غالب رہے گا اور اصولی طور پر دین میں کوئی کمی بیشی نہیں کی گئی۔ محدثین ان کو ازمنہ المشہود لھا بالخیر یا خیر القرون کہتے ہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ علماء حدیث رجال کی کتابوں میں ان تینوں زمانوں کو حنفیہ کا دور کہتے ہیں، حافظ شمس الدین ذہبیؒ فرماتے ہیں۔

”فالحمد الفاصل بین المتقدم والمتاخر هو رأس سنة

ثلثمائة“ میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۴)

بدعت کی مذکورہ تعریف علامہ شاطبیؒ نے اپنی کتاب الاعتصام کی (ج ۱ ص ۲۶-۲۷) پر فرمائی ہے۔ اس تعریف کے پیش نظر مروجہ بدعت با آسانی بھی جاسکتی ہیں۔ مثلاً صلوٰۃ وسلام کا داعی (پڑھنے کی وجہ) قرآن کریم کی آیت ہے اور احادیث مبارکہ جو درود شریف کے بارے میں آئی ہیں، نبی کریم ﷺ کے زمانے میں اذان بھی ہوتی تھی۔ والقرض صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی وجوہات موجود تھیں مگر نہ تو دعائیں ان اللہ وملكته کی آیت کبھی بھی پڑھی گئی حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خیر القرون کے مسلمانوں کو یہ مسئلہ معلوم تھا کہ دعاؤں میں درود شریف پڑھنا دعا قبول ہونے اور ثواب حاصل کرنے کا عظیم ذریعہ ہے، لہذا جو لوگ دعاؤں میں اہتمام کے ساتھ درود والی آیت پڑھتے ہیں وہ دین کے اندر ایک بدعت کا گناہ کرتے ہیں افسوس کہ دعا کرتے وقت اللہ تعالیٰ سے گریہ و زاری اور معافی مانگی ضروری ہوتی ہے مگر اب دعائیں بھی بدعت جیسے عظیم گناہوں کے ساتھ مانگی جاتی ہیں۔

اسی طرح اذان سے پہلے یا اذان کے بعد باوجود وجہ موجود ہونے کے خیر القرون کے مؤذنوں نے صلوٰۃ وسلام با آواز بلند کبھی نہیں پڑھا، لہذا اذان سے پہلے یا اذان کے بعد مروجہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا بدعت اور گناہ ہے اسی طرح محفل میلاد شریف کی وجہ نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہے اور اس دن کی بزرگی، شرافت اور خیر و کمال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خیر القرون کے مسلمانوں کو زیادہ معلوم تھا مگر انہوں نے ان تاریخوں میں میلاد کے نام سے کوئی محفل نہیں لگائی لہذا مروجہ محافل میلاد بھی بدعت ہیں ورنہ دینی مجالس منعقد کرنا صحیح البخاری کی کتاب العلم کے روایت کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم منعقد کرتے تھے اس لئے محفل میلاد پر دوسرے دینی جلسوں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ یا تو ان کا ثبوت

تھے وہ صفہ کلماتا ہے گویا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم طالبان دین، حضرت پاک صلی اللہ علیہ وسلم استاذ اعظم فداہ ابی امی اور آپ کے مدرسے کا نام صفہ ہوا گویا صفہ العلوم کی بنیاد صاحب وحی صلی اللہ علیہ وسلم خود قائم فرما چکے ہیں گویا دینی مدارس کا ثبوت خیر القرون سے موجود ہے باقی دنیا کی چیزیں اگر دین کے لئے استعمال کی جائیں اور کرنے والے کی نیت اچھی ہو تو وہ جائز اور باعث ثواب ہے جیسے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال، وہ بدعت کی تعریف میں نہیں آتی ہیں کیونکہ بدعت کی تعریف تو یہ ہے کہ۔

طريقة في الدين مختارة تضاهي الشرعية الخ۔ (کتاب الاعتصام ج ۱- ص ۲۷)

یعنی دین میں نیا طریقہ نکالا جائے دنیا کی چیزیں ہرگز بدعت کے تحت نہیں آتی ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے ایک مکتوب میں اس فرق کو بڑے عمدہ اور روشن طریقے سے بیان کیا ہے، ملاحظہ ہو۔ (مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ چہارم ص ۲۲) تفصیلات کے لئے علماء دین کتاب الاعتصام علامہ شاطبیؒ کی ملاحظہ فرمائیں۔ اردو بولنے والے حضرات کے لئے محقق سرفراز خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی کتاب ”راہ سنت“ کا مطالعہ مفید ہو گا جو اللہ جل جلالہ کا ایک احسان ہے۔ مولانا موصوف بلاشبہ اس وقت کے امام اہل سنت، وکیل اہلسنت اور محسن اہل سنت کے مقام پر فائز ہیں۔ بَارَكَ اللهُ فِي حَيَاتِهِ الْمَيْمُونَةِ۔

ایک علمی مغالطہ اور اس کا ازالہ

شاید کوئی یہ کہے کہ بعض حضرات بدعت کی اقسام ملتے تھے جیسے عز بن عبد السلامؒ، حضرت ملا علی قاریؒ اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ وغیرہ چند اور بزرگ! تو اگرچہ حافظ تقی الدین ابن قیم العیدؒ اور حضرت شیخ احمد سرہندیؒ، مجدد الف ثانیؒ ایسی بدعتوں کی قرآن و حدیث و اجماع امت کی روشنی میں تردید کر چکے ہیں، جیسا کہ یہ حوالہ گزر گیا اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی حدیث کل بدعة ضلالة کو قاعدہ کلیہ کہا ہے۔ جیسا کہ باحوالہ گزر گیا۔

قاعدہ کلیہ کے بعد بدعت کا کوئی فرد بھی جائز نہیں ہو سکتا مگر مکرر عرض ہے کہ جن

نہ پہنچ سکے گا کبھی منزل حقیقت پر
صراط عشق میں جو تیز گام ہو نہ سکا

تاریخ ولادت کی صحیح تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو۔ مقالات الکوشی (ج اول ص ۵۰۱) (سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج اول ص ۱۷۲) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خیر القرون کے مسلمانوں کو اولیاء اللہ بلکہ انبیاء اللہ سے بہت بڑی عقیدت اور عشق تھا انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ اولیاء اللہ اور پیغمبروں کی زندگیوں کا بیان بڑا مبارک اور روح پرور ہے اور ان کو یہ بھی خوب معلوم تھا کہ مومن کو قبر میں کامیابی پر ”نم کنومت العروس“ کہا جاتا ہے مگر ان بزرگوں نے عظیم عشق اور محبت کے باوجود کسی ولی اللہ کا تو درکنار کسی نبی اللہ بلکہ سید المخلوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی عرس نہیں منایا لہذا عرس منانے والے بھی ارتکاب بدعت کرتے ہیں۔ ان مختصر سی مثالوں سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ جس عمل کی بھی وجہ خیر القرون میں پائی گئی اور انہوں نے دین سمجھ کر اس کو نہیں کیا بعد میں کرنے والے بدعت کہیں گے۔

اہل بدعت کے مغالطے اور ان سے بچنے کے طریقے

یہ حضرات جب اہل سنت کے براہین و دلائل سے عاجز آجاتے ہیں تو سادہ مسلمانوں کو مغالطہ دینا شروع کر دیتے ہیں، مثلاً لاؤڈ اسپیکر کا استعمال، مدارس دینیہ کا قیام، دینی کتب کی تدوین اور قرآن و حدیث کی طبعیت وغیرہ یہ لوگ انہیں بدعت ظاہر کرتے ہیں جو کہ سب مسلمانوں کے ہاں قابل عمل ہیں۔ اس کے اصولی جوابات حافظ تقی الدین ابن قیم العیدؒ نے اپنی کتاب احکام الاحکام (ج ۱- جز ۲ ص ۱۲۲) پر دے چکے ہیں۔

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب کام خیر القرون میں ہو چکے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی سورتیں اور آیتیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لکھواتے تھے، خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بالاتفاق جمع قرآن اور تدوین حدیث کا کام کیا ہے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس احادیث مبارکہ کا ایک مجموعہ تھا اور اس کا نام ”الصادقہ“ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ رضی اللہ عنہم قرآن و سنت سیکھتے تھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دن رات صحیحین کی روایات کے مطابق اور دیگر حضرات جن کی تعداد گنتی بڑھتی تھی ایک ایک وقت میں دو سو اور چار سو تک حضرات پڑھنے کے لئے جمع ہوتے تھے۔ آپ جس چوتھے پر بیٹھ کر انہیں پڑھاتے

کیا بدعت حسنہ قابل عمل ہوتی ہے؟

بعض اہل بدعت اس مغالطے میں ہیں کہ اگرچہ صلوٰۃ و سلام وغیرہ بدعت ہے مگر کچھ لوگوں نے تو اس کو بدعت حسنہ بھی کہا ہے لہذا اس پر عمل ہو سکتا ہے یہ وسوسہ شیطان ہے جس میں اچھے خاصے غریبوں کو جتلا دیکھا گیا ہے اس لئے عرض ہے کہ خدا را فکر آخرت سنانے لائی جائے اور یوم يقوم الناس لرب العالمین کو ملحوظ رکھا جائے اور پھر سوچا جائے کہ نام تو اہل سنت ہے اور اصرار بدعت کے کرنے پر ہے؟

۵۔ این چنان زیبا روش کمتر بود اندر جہاں

دوسری بات جو حضرات فقہاء حنفیہ بالاتفاق لکھ چکے ہیں کہ اگر کسی عمل کے بارے میں یہ تردد ہو کہ آیا یہ سنت ہے یا بدعت تو فقہاء فرماتے ہیں کہ اس سنت کو بھی ترک کرنا ضروری ہے تاکہ بدعت جیسے گناہ سے حفاظت ہو جائے کیونکہ بدعت سے بچنا فرض ہے ملک العلماء علامہ علاؤ الدین کاسانی حنفی جو فریقین کے ہاں مسلمہ حنفی محقق فقیہ ہیں وہ لکھتے ہیں

والفعل اذا تردد بين السنة والبدعة تغلب جهة البدعة لان الامتناع عن البدعة فرض ولا فرضية في تحصيل السنة او الواجب بدائع الصنائع. (بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۰۴ طر ۱۹-۲۰)

ترجمہ: یعنی فعل جب سنت اور بدعت کے بیچ میں آہیا تو بدعت کی جت غالب ہوگی کیونکہ بدعت سے بچنا فرض ہے اور سنت اور واجب کا انجام دینا فرض نہیں ہے۔

بریلوی حضرات کو ٹھنڈے دل سے ضد اور تعصب سے ہٹ کر سنی مسلمان ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ کس تباہ کن دلدل میں امت کو ڈالا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ گمراہ سے گمراہ آدمی کو بھی سنت رسول ﷺ کی برکت سے ہدایت کی توفیق عطا فرمائے۔

کیونکہ یہ اصل تو کسی ایسے عمل کے بارے میں ہے جو سنت اور بدعت کے درمیان

چیزوں کو بدعت حسنہ یا مندوبہ یا مباحہ بلکہ واجبہ تک کہا گیا ہے۔ حقیقت میں ان میں سے ایک بھی سب سے بدعت ہی نہیں ہے۔ مثلاً بدعت واجبہ کی مثال علم النحو وغیرہ سیکھنا لکھا ہے حالانکہ تاریخ نحو کی تمام کتابوں میں یہ لکھا ہے کہ نحو کا بانی ابوالاسود الدکلی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے شاگرد تھے اور کل فاعل مرفوع و کل مفعول منصوب وغیرہ اصطلاحات وہی حضرات مقرر کر چکے ہیں کیونکہ ان چیزوں کی خیر القرون میں جب وجوہات پائی گئیں تو ان پر عمل کر لیا گیا لہذا اشتغال بالنحو بدعت ہی نہیں اسی طرح بدعت مندوبہ میں اجتماع تراویح بنائے مدارس، کلام صوفیاء اور مجلس مناظرہ وغیرہ لکھا گیا ہے حالانکہ یہ سب کام خیر القرون میں ہو چکے ہیں تراویح بالجماعت سنن بیہقی کی روایت کے مطابق خود نبی اکرم ﷺ میں رکعات پڑھا چکے ہیں اور پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تو اس پر اجماع صحابہ ہو چکا ہے گویا یہ بدعت ہی نہیں بلکہ سنت رسول ﷺ اور سنت صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ تفصیلات اقسام کے لئے ملاحظہ ہو۔ (فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۱۳ احکام الاحکام ج ۱ ص ۲ ص ۱۲۲)

سلاسل صوفیاء کی تو بنیاد ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن بصریؒ نے ڈالی ہے ملاحظہ ہو سلاسل اولیاء اور لمعات التصوف وغیرہ۔ بنائے مدارس کے بارے میں صفۃ العلوم کا ذکر ابھی بھی گزر چکا ہے خود امام مالکؒ جو خیر القرون کے زمانے کے ہیں جن کے درس میں بیک وقت ہزاروں علماء جیسے امام شافعیؒ اور امام محمدؒ وغیرہ موجود تھے الغرض مدارس اسلامیہ کا وجود خیر القرون میں بطریق اتم موجود تھا۔

مجلس مناظرہ کا ثبوت قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ اور تعامل خیر القرون سے ہے چنانچہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا مناظرہ اپنے زمانے کے کافر کے ساتھ، حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ کا مناظرہ فرعون وقت کے ساتھ، اور نبی کریم ﷺ کا مناظرہ بلکہ میلہ وفد نجران کے ساتھ قرآن کریم میں موجود ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حکم سے حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے خوارج سے مناظرہ کیا۔ جس کا موضوع ان الحکم الا للہ تھا پھر خیر القرون کے محکمین اور محدثین کے مناظرے اتنے کثرت سے واقع ہوئے کہ آج بھی بفضلہ تعالیٰ وہی اصول ہمارا مقتداء ہیں ومنشاء فلیخبرج قرآنہ لینا ملاحظہ ہو الطبقات الشافعیۃ الکبریٰ۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

علامہ شاطبیؒ عز ناطی نے کیا خوب لکھا ہے کل مبتدع بدعی اُنہ ہو
صاحب السنۃ دون من یخالفہ (کتاب الاعتصام ج ۱- ص ۲۲۰) یعنی ہر بدعتی یہ
دعویٰ کرتا ہے کہ بس وہی سنی ہے اور جو اس کی مخالفت کرتے ہیں وہ اہل سنت نہیں ہیں۔

بہنائے بصاحب نظرے گو ہر خود را
عمی ننواں گشت بتصدیق خرے چند

بریلوی مکتبہ فکر کی خدمت میں ایک سادہ سی گزارش! مندرجہ بالا
تفصیلات اور دلائل کی روشنی میں ثابت ہوا کہ اہل سنت کی یہ امتیازی شان ہے سنت کو اپنانا
اور بدعات کے خلاف کرنا اور جب ایک فریق صاف صاف کہہ رہا ہے کہ وہ بدعات پر عمل
پہرا ہے تو اب ان کے اس اقرار کے بعد تو اسے سنی نہیں بلکہ بدعتی کہا جاسکتا ہے کیونکہ یہ
بات وہ تسلیم کر چکے ہیں کہ مروجہ بہت سارے عقائد و اعمال وہ بدعت کرتے ہیں ہاں اتنا
ضروری ہے کہ وہ بدعت کو حنہ سمجھتے ہیں اور اہل حق ان کے ان اعمال کو بدعت منہ کہتے
ہیں اور ہم ان کے اعمال کو بدعت اور کرنے والوں کو بدعتی کہہ سکتے ہیں ہاں ہم منہ کہتے
بدلیں گے نہیں وہ حنہ کا لفظ بولنے کی زحمت نہ کہیں دل میں نیت کہیں کہ بدعت حنہ
کر رہے ہیں لہذا یہ ایک نزاع تو بڑے آرام سے طے ہو جائے گا کہ وہ سنی نہیں بدعتی ہیں
مگر حسی ہیں۔

کل میاں حجام جہاں مونہ دھتا تھا اوروں کا سر
آج اسی کوچہ میں خود اس کی حجامت ہو گئی

اور اگر یہ لوگ نہ مانیں تو پتہ چلا کہ دل میں یہ بھی مانتے ہیں کہ بدعت خلاف سنت
عمل کا نام ہوتا ہے اور اس کے کرنے والے اگرچہ حنہ کی نیت کر لیں تو سنی نہیں کہلائے
جاسکتے بلکہ بدعتی کہلائے گئے۔

تو حضرات! جن کا ظاہر و باطن ایک نہ ہو وہ کیسے سچے مومن ہو سکتے ہیں؟

اختلافی ہو۔ یہاں تو کیفیت یہ ہے کہ جن چیزوں کو ہم بدعت کہتے ہیں جیسے مروجہ صلوٰۃ
وسلام، یہ حضرات بھی اسے بدعت مانتے ہیں تب تو حنہ کی قید لگاتے ہیں سنت اس کو یہ
بھی نہیں سمجھتے ہیں انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ جب بدعت سے بچنے کے لئے سنت چھوڑنے کا
حکم ہے تو بدعت حنہ تو کوئی چیز ہی نہیں ہے کیونکہ سنت جیسی مرتبت تو بدعت حنہ کی ہرگز
نہیں ہو سکتی علاوہ انہیں اس نزاع کو اس طرح بھی ختم کیا جاسکتا ہے کہ ایک فریق ہے جن کی
ساری کوشش بدعتوں کو زندہ کرنا اور بدعتوں پر جان دینا ہے دوسرا فریق وہ ہے جو بدعتوں
سے نفرت کرتا ہے اور اس سے بچنے کی تلقین کرتا ہے اب اہل سنت والجماعت ان دونوں
میں سے کون سا فریق ہے علامہ ابن کثیر جو قرآن و حدیث و تاریخ کے مسلک امام ہیں ان کے
الفاظ میں اہل سنت کی نشاندہی سن لیجئے وہ سورۃ احقاف پارہ آیت ۲۶ لو کان خیر اما
سبقونا الیہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں

وأما اهل السنة والجماعة فيقولون في كل وقوع لم
ينبت عن الصحابة رضی اللہ عنہم هو بدعة لأنه لو كان خيراً
لسبقونا الیہ لأنهم لم یترکوا حصلة من حصال الخیر الا
وقد بادروا الیہا. (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۵۶ مختصر تفسیر ابن کثیر
ج ۲ ص ۲۱۸)

پس اہل سنت والجماعت وہ لوگ ہیں جو ہر ایسے قول و فعل کو جو صحابہ کرام
رضی اللہ عنہم (خیر القرون) سے ثابت نہ ہو اس کو بدعت کہتے ہیں کیونکہ اگر یہ قول و فعل کسی خیر کا
ہوتا تو وہ ضرور اس کو کر چکے ہوتے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کوئی خیر اور نیک عمل نہیں
چھوڑا (بنیادی طور پر) بلکہ انہوں نے خیر اور نیکی کے تمام اعمال (اصولی طور پر) انجام دیئے
ہیں۔

لیجئے حافظ ابن کثیرؒ "تو اہل سنت والجماعت ان لوگوں کو قرار دیتے ہیں جو کہ خیر القرون
کے بعد نومولود چیزوں کو بدعت کہتے ہیں مگر زمانے کا انقلاب دیکھئے کہ آج جو فریق اذان
سے لے کر نماز و دعا تک اور اعمال سے لے کر عقائد تک بدعات میں لت پت ہیں وہ اہل
سنت بنے بیٹھے ہیں اور جو بدعات کے مقابلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور خیر القرون کے تعامل کو
معیار عقیدہ و عمل ٹھہراتے ہیں ان کو وہابی کہتے ہیں۔

اس سے بے خبر نہیں ہو گا کہ دین الہی کو قرآن وحدیث کے دلائل کی روشنی میں ارض ہند سے ختم کرنا ہی وہ کارنامہ تھا جس کی بدولت حضرت مجدد مآلے گئے۔

آپ کا دوسرا عظیم کارنامہ بدعات کی بیخ کنی ہے جن میں سے بدعت حسنہ کے خلاف آپ نے جو راست اقدامات فرمائے ہیں وہ بھی آپ کے تجدیدی کام کا درخشاں باب ہے زمانوں کے گزرنے سے جہاں بہت ساری خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں ان میں سے ایک خرابی بدعت حسنہ کی اصطلاح تھی جس کو آپ نے فراست ولایت اور نور ایمان سے تازہ لیا اور صرف یہ نہیں کہ بدعت حسنہ کی اصطلاح سے انکار فرمایا بلکہ آپ نے ٹھوس دلائل اور پوری زندگی کے مساعی کے زور سے نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارک کل بدعة ضلالة کو اپنے تجدیدی کام کا معیار بنایا اور واشکاف لفظوں میں بدعت خواہ حسنہ ہو یا سنیہ سنت کے خلاف بغاوت اور دشمنی ثابت فرمایا آپ کی وہ وصیت جو علماء اور مشائخ اہلسنت کے نام آپ نے فرمائی تا بد نشان رہے گی کہ خواہ کچھ بھی ہو لیکن سنت کی لاج رکھتے ہوئے بدعت کو کبھی حسنہ نہ فرمائیں اور نہ ایسا فتویٰ دیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں ”علماء وقت را حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ توفیق دہا د کہ بحسن بیچ بدعت لب نہ کشاید و باتیان بیچ بدعت فتویٰ نہ دہند اگر آں بدعت در نظر شان در رنگ فلق صبح روشن در آید۔“ (مکتوبات امام ربانی دفتر دوم حصہ ششم ص ۵۵)

یعنی علماء دین کو اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ کسی بھی بدعت کو حسنہ نہ کہیں اور نہ بدعت حسنہ کے فتوے دیں اگرچہ بدعت بظاہر صریح کی طرح چمکتی ہوئی کیوں نہ نظر آئے۔ آگے فرماتے ہیں ”چہ تسویلات شیطان را در ماورائے سنت سلطان عظیم است“ یعنی یہ سب کچھ شیطان کا دھوکہ ہو گا ورنہ بدعت کبھی حسنہ نہیں ہو سکتی کیونکہ نبی ﷺ فرما چکے ہیں کل بدعة ضلالة کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

یہاں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ مجدد سے متعلق اس حدیث کی شرح میں تمام شرح حدیث نے یہ لکھا ہے کہ مجدد سنت کو زندہ کرے گا اور بدعت مٹائے گا۔ اس سلسلے میں حضرت مجدد الف ثانی کا تجدیدی کارنامہ بہت ہی روشن ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ تحریر لکھتے وقت تک ہمیں کوئی بھی ایسا مسلمان معلوم نہیں ہے جس کو حضرت بطور مجدد کے تسلیم نہ ہوں، آپ کا یہ اتفاقی مقام اس بات کا متقاضی ہے کہ بدعت حسنہ کے بہانے سنتوں کو

يقولون بالسنتهم ما ليس في قلوبهم

شیئے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر جو پھینکے دیوار آہنی پہ حماقت تو دیکھئے!

اسلام میں مجدد کا مقام اور پروگرام

جو حضرات ہماری یہ گذارشات پڑھیں گے ان پر عیاں ہو گا کہ ہم نے بدعات کے رد میں شیخ احمد سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی کے مکتوبات شریف کے حوالے بکثرت دیے ہیں شاید بعض دوستوں کو مجدد کے بارے میں پوری معلومات نہ ہوں اس لئے عرض ہے کہ سنن ابوداؤد کے اندر نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی موجود ہے۔ ان الله عز وجل يبعث لهذه الامة علي راس كل مائة سنة من يجد دها دينها (رواه ابوداؤد مشكوة شريف ج ۱ ص ۳۶) یعنی بیشک اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر سو سال کے آغاز میں ایک مجدد پیدا فرماتے ہیں جو اس امت کے دین کو نئے سرے سے پیش کرے یعنی گزرے ہوئے سو سال میں جتنی بدعات اور محدثات دین میں پیدا ہوئی ہوں ان سب کے مقابلے میں سنت کو زندہ کرے گا واضح رہے کہ بعض لوگوں نے علی راس كل مائة سنة کا ترجمہ ہر صدی کے آخر سے کیا ہے کیونکہ ایک صدی کا آغاز گزری ہوئی صدی کا آخر ہوتا ہے۔ چونکہ حدیث میں سنت کو زندہ کرنے کے لئے من یجد د کا لفظ آیا ہے اس لئے اس مبارک ہستی کا نام امت کے ہاں مجدد پڑ گیا۔

تاریخ میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ سے لے کر حضرت مجدد الف ثانی تک مجدد دین کا یہ سلسلہ جاری رہا مگر کوئی ایک بزرگ بھی مجدد کے نام سے اتنے معروف و مشہور نہیں ہوئے جتنے حضرت مجدد صاحب ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت شیخ احمد سرہندی کے اصل نام کے بارے میں بہت کم لوگوں کو علم ہے بلکہ آپ کا نام گرامی ہی مجدد دین چکا ہے۔ حضرت نے پوری زندگی جو تجدیدی کارنامے انجام دیے ہیں۔

ان میں سے سب سے بڑا کارنامہ خاندان مغلیہ کے فرعون وقت جلال الدین اکبر کے گھرے ہوئے وین الہی کو ختم کرنے کا ہے۔ تاریخ ہند کا مطالعہ کرنے والا کوئی بھی شخص

و آخر میں جو الفاظ صلوٰۃ و سلام کے ایجاد کئے گئے ہیں ان سے پرہیز کرنا چاہئے۔ وزارت اوقاف نے اس سرکلر کو مساجد اوقاف کے نام روانہ کر دیا مگر افسوس کہ اس ایمان افروز اور نظریات اہل سنت کے نمائندہ سرکلر کو بعض ذمہ داران حکومت نے عملی جامہ پہنانے کے بجائے پرلے درجے کی مداخلت اور فرائض منصبی کی ادائیگی سے غفلت برتنے کا ثبوت دیا، حالانکہ اولاً تو جو حکومت اپنے آپ کو اسلامی کہلانے کی دعویٰ دار ہو قرآن و سنت اور چودہ سو سال کے متفقہ تعامل امت کی روشنی میں اس کا فرض ہے کہ وہ بدعت پر سخت قسم کی پابندیاں لگائے اور اس سلسلے میں کسی چمک آمیز رویے کو اپنائے بغیر اللہ کی مدد و نصرت پر بھروسہ کرتے ہوئے اہل بدعت کے حوصلوں کو توڑ کر رکھ دیتی کیونکہ مسلمانوں کے دنیوی مسائل سے بڑھ کر دینی مسائل کے تحفظ کی ذمہ داری حکومت اسلامیہ پر عائد ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔

الذین ان مکنتھم فی الارض اقاموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وأمروا بالمعروف ونہوا عن المنکر وللہ عاقبۃ الامور - (سورۃ الحج)

ترجمہ: یعنی کہ جن لوگوں کو ہم نے زمین میں حکومت و اختیار دیا ہے انہوں نے نظام صلوٰۃ و زکوٰۃ کو قائم کرنا ہے اور نیکی کی تلقین اور برائیوں کے خلاف سینہ سپر ہونا ہے اور تمام کاموں کا انجام اللہ کے حوالے ہے۔

تفسیر کبیر میں لکھا ہے والمراد من هذا تمکن السلطنة ونفاذ القول علی الخلق۔ (تفسیر کبیر پارہ ۷، سورۃ حج ص ۴۱)

یعنی آیت میں سلطنت و حکومت کی ذمہ داریاں بیان ہوئی ہیں جس کی بڑی ذمہ داری اللہ کے قانون کا مخلوق پر نفاذ ہے۔ تفسیر کبیر میں یہ بھی درج ہے کہ ہمیشہ حکومت اللہ تعالیٰ کی رہے گی دوسری حکومتیں لازماً ختم ہو کر رہیں گی۔ گویا ذمہ داران حکومت کو درس قرآن ہے کہ وہ اپنی عارضی عزت کو پھلتے ہوئے بدعت کا ہرگز ساتھ نہ دیں کیونکہ یہ ان کی ان ذمہ داریوں کے خلاف ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر عائد ہیں۔ علماء اہل سنت نے یہ بھی لکھا ہے کہ عبراتان وقت بدعت پر قدغن لگائے رکھیں۔ مشہور محقق عالم علامہ ماوردیؒ فرماتے ہیں کہ اگر سلف صالحین کے عمل کے خلاف کچھ لوگ دین میں اضافہ و ایجاد

مزید تباہ نہ کیا جائے کیونکہ حضرت مجددؒ صاحب توان ادہام اور مخالفوں کو زائل کرنے کے لئے تشریف لائے تھے اب آپ کو مجدد ماننا اور پھر بعض لوگوں کی ان باتوں پر باور کرنا کہ ”نیک بات اگرچہ بدعت و نوپیدا ہو اسکا کرنے والا سنی ہی کہلائے گا نہ بدعتی نیز ہر اچھی بدعت سنت میں داخل ہے اور قیامت تک نئی نئی نیک باتیں پیدا کرنے کی اجازت ہے“ (ملاحظہ ہو فتاویٰ افریقہ ص ۱۱۳-۱۱۴ مطبوعہ مدینہ پبلشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی)

یہ دو متضاد نظریے ہرگز جمع نہیں ہو سکتے اور چونکہ مجدد صاحب ”محقق علیہ مجدد ہیں اور حضرت کی عمتنائے حدیث ذمہ داری یہی تھی کہ دین میں نو موجد چیزوں کو رد کر دیں اور حضرت نے یہ فریضہ منصبی بڑی خوش اسلوبی سے ادا فرمایا تو یہ جہاں تک حضرت مجدد صاحبؒ کے مجدد کامل ہونے کی دلیل ہے وہاں قیامت تک دین میں نئی نئی چیزوں کو داخل کرنے والوں اور ان بدعت کی ترویج کرنے والوں کے جھوٹا ہونے کی بھی بڑی وزنی دلیل ہے۔

مجدد صاحبؒ نے علماء دین کو وصیت فرماتے ہوئے یہ دعا فرمائی ہے کہ وہ بدعت کو حسد کینے سے پرہیز کریں۔ الحمد للہ مجدد صاحب جیسے ولی کامل کی یہ دعائے توفیق جن لوگوں کو نصیب ہوئی ہے وہ بدعت کو حسد کینے کے مقابلے میں سنتوں کا حسن و نور بیان فرماتے ہیں اور جو لوگ انبیاء اور اولیاء سے کٹ چکے ہیں وہ دین میں نئی نئی چیزوں کو داخل کرنا عبادت اور سنت سمجھتے ہیں اور نبی کریم ﷺ نے بدعتیوں کو جو بدعتیں فرمائی ہیں ان کے مصداق بن رہے ہیں۔ اب قارئین حضرات خود فیصلہ فرمائیں کہ حق پر کون ہیں اور باطل پر کون اور سنی کون ہے اور بدعتی کون؟

ولا تكونوا کالذین تفرقوا و اختلفوا من بعد ما جاءہم البینات و اولئک لہم عذاب عظیم۔

ترجمہ: اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جنہوں نے دین میں تفرقہ اور اختلاف کیا، حالانکہ ان کے پاس روشن دلائل آپکے تھے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو بڑا عذاب ہوگا۔

ہماری اس تحریر کے وقت رابطہ عالم اسلامی جو دنیا کے بہت سارے علماء پر مشتمل ایک دینی تنظیم ہے اس کی طرف سے ممالک اسلامیہ سے یہ سفارش کی گئی کہ اذان کے اول

کر لیں جو لوگوں کو اس کی طرف دعوت دیتے ہوں اور گمراہ کرتے ہوں تو بادشاہ وقت پر فرض ہے کہ وہ طاقت کے زور سے اس بدعت کو ختم کر دے اور دلائل شرعیہ کی روشنی میں ان کے نظریات کے فساد کو رعایا پر واضح کر دے۔ علامہ ماوردیؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ بدعات کرنے والوں کے بھی حامی پیدا ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ ہر گمراہ کے ساتھ دینے والے ہوتے ہیں علامہ ماوردیؒ کی عربی عبارت ملاحظہ ہو۔

”لزم السلطان ان يحسم بزواجر السلطنة ظهور بدعة
ويوضح بدلائل الشرع فساد مقالة فان لكل بدعة
مستمعاً ولكل مستغبر متبعاً.“ (الاحکام السلطانیہ ص ۱۸۹)

علامہ ماوردیؒ نے عمرائے وقت کی اس ذمہ داری کو اس اہمیت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ اگر کچھ لوگ ایسے ہوں جو کہلاتے تو علماء ہیں مگر ان کا نظریہ اور عمل اجماع سلف اور قرآن و سنت کے خلاف بدعت کا ہوا اور علماء حق نے ان کی باتوں کو مسترد کیا ہوا اور وہ نہ ملتے ہوں تو بادشاہ ان کو منوائے اگر وہ باز آجائیں اور توبہ کرس تو انہیں معاف کر دے ورنہ بادشاہ وقت پر دین کا یہ حق ہے کہ وہ انہیں اخلاق دین سکھائے اور انہیں بدعات سے باز رکھے۔ علامہ ماوردیؒ کی عربی عبارت ملاحظہ ہو۔

وهكذا لو ابتدع بعض المنتسبين الى العلم قولاً خرق به
الاجماع وخالف فيه النص ورد قوله علماء عصره
انكره عليه وزجره عنه فان أطلع وقاب والا فالسلطان
بتهديب الدين أحق. (الاحکام السلطانیہ ص ۲۲۹)

علامہ ماوردیؒ کی ان تحقیقات سے روز روشن کی طرح یہ بات واضح ہوئی کہ حکومت اسلامیہ کا عظیم فریضہ ہے کہ وہ بدعات پر پابندیاں لگائے بلکہ علامہ ماوردیؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر قرآن کے ترجمہ و تفسیر کے اندر کسی نے خیانت یا بدعت و تحریف کا ارتکاب کیا ہو تو حکومت وقت اس کے خلاف بھی سختی سے نوٹس لے معلوم ہوا کہ اذان سے قبل یا اذان کے بعد مروجہ صلوٰۃ و سلام جو کہ فریق مخالف کے ہاں بھی مسلمہ بدعت ہے، پر پابندیاں لگانا رابطہ عالم اسلامی سے بڑھ کر حکومت پاکستان کی ذمہ داری تھی۔ اور

اس سلسلے میں جس فرقہ نے بدعات کے لئے ماحول بنانے کے لئے قرآن کریم جیسی عظیم امانت خداوندی میں ترجمہ و تفسیر کے بہانے سے خیانت و بدعت کا جو ارتکاب کیا ہے جس کا واضح ثبوت حریم شریفین کے علماء حق کا ”جو مرکز اسلام کی حیثیت رکھتے ہیں“ اس ترجمہ و تفسیر پر پابندی لگانے کا اقدام ہے بالکل یہی ذمہ داری سب سے زیادہ حکومت پاکستان پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اللہ کے دین پر غیرت کرتے ہوئے قرآن عظیم کو تحریف سے بچاتے ہوئے برادر اسلامی ملکوں کے ساتھ اتحاد کا ثبوت دیتے ہوئے اس ترجمہ و تفسیر پر پابندی لگائے اور اپنے فرائض منصبی جو اسلام کی طرف سے ان پر عائد ہیں ان سے سبکدوش ہو جائے کیونکہ علماء اہل سنت نے ترقی و نجات کا راستہ یہی بتایا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں فالسعيد من تمسك بما كان عليه السلف واجتنب عن ما احدث الخ
یعنی سعادت مندی اور ترقی اس پر موقوف ہے کہ سلف صالحین کے طریقہ کو اپنایا جائے اور بعد میں آنے والوں نے جو بدعات نکالی ہیں ان سے بچ کر رہیں۔ (فتح الباری شرح بخاری ج-۳ ص ۲۱۳)
مفسر اہل سنت علامہ آلوسیؒ بغدادی فرماتے ہیں ان القول بخلاف ما استقر عليه رأي اهل سنة ابتداءع. (روح المعانی پارہ ۱۵ نمبر ۱۲۰)

پیشک سلف صالحین کے خلاف نظریہ اور عمل اختیار کرنا بدعت ہی ہے۔
ہم نے علماء اہل سنت کے یہ فیصلے اس لئے مدلل ذکر کر دیئے تاکہ عمرائے وقت یہ سوچیں کہ رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے بدعات کے خلاف سفارش ایک دینی پیغام تھا جس کو خوشدلی کے ساتھ قبول کرنا جہاں مسلمانوں کا فرض تھا وہاں حکومت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پابند تھی کہ وہ اس کو قانونی شکل میں نافذ کرتی کیونکہ اللہ کے دین کے مقابلے میں کسی کا لحاظ کرنا اللہ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے جس کے بعد تمام نقشے بہت جلد کا عدم ہو جاتے ہیں۔

اگر ذمہ داران حکومت اس سلسلے میں مخلص اور سنجیدہ ہیں تو وہ اس پر دونوں فریق کے سربراہ اور وہ علماء کو اپنے سامنے مباہلے کی دعوت دیں ہمیں اللہ جل جلالہ کی ذات اقدس پر اعتماد ہے کہ سات سو سال بعد کے ایجاد کردہ عمل کو دین کا حصہ کوئی بھی نہیں بنا سکتا اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ اليوم اكملت لكم دينكم اعل ہے اور اگر فریق مخالف

حکومت سے گزارش سے پیوستہ!

قرآن و سنت کے مسلمات کی روشنی میں یہ ایک حقیقت ہے کہ جہاں علماء اسلام کا فرض ہے کہ وہ حقانیت اسلام کو بغیر روک ٹوک کے بیان کرس ' وہاں ارباب حکومت پر بھی یہ فرض ہے کہ اسلام کو منوائیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر کبیر پارہ ۲۵ ص ۱۲۵ سورہ بقرہ) گویا فرائض منصبی تقسیم کئے گئے ہیں کہ علماء کرام کے ذمہ بیان ہو اور ارباب حکومت کے ذمہ نفاذ ہو۔ اب اگر یہ لوگ اپنے اپنے فرائض بجالائیں تو انبیاء کے جانشین اور اللہ جل جلالہ کا سایہ رحمت ہو۔ مگر اپنے مقررہ امور کو نظر انداز کرنے کے بعد ان کا جو حال ہوتا ہے وہ شافع محشر ﷺ کے ارشاد کی روشنی میں سن لیجئے۔

”اذ اظهر الفتن او البدع وسبت اصحابي فليظهر العالم علمه ومن لم يفعله فعليه لعنة الله والملائكة والناس اجمعين لا يقبل الله له صرفاً ولا عدلاً اي فرضاً ونفلاً“ بحوالہ (لسان المیران ص ۹۱۱-۵ ج) (میزان الاعتدال حدیث نمبر ۷۸۸۷) ”جب فتنے اور بدعات ظاہر ہونے لگیں اور صحابہ کرام کو برا بھلا کہا جانے لگے تو علماء کو چاہئے کہ وہ اپنے علم کے ذریعے مقابلہ کریں اور اگر نہیں کیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کی اور تمام مخلوقات کی لعنت ہو۔ اللہ نہ ان کا فرض قبول کرے گا اور نہ نفل۔“

معلوم ہوا کہ ساری عزت دین کے لئے تھی اور جب دین کا بیان یا نفاذ نہ کیا تو اب اس قدر سخت غضب و پھٹکار برس رہی ہے۔

یہ مان گیا کہ یہ دین کا حصہ نہیں ہے تو حکومت کا فرض ہو گا کہ وہ بغیر تاخیر کے قانونی حیثیت سے اس کو بند کر دے۔ ہمارا یہ بھی مخلصانہ مشورہ ہے کہ حرمین شریفین کے آئمہ جو درحقیقت کل کائنات کے مسلمانوں کے آئمہ ہیں انہیں فیصلہ کرنے کا منصب سپرد کر دیا جائے۔ ولیحق الحق ویبطل الباطل ولو کره المشرکون (الآیۃ)

اور اگر اس عظیم فرائض منصبی سے غفلت برتی گئی اور وقتی اغراض کے لئے بات گول مول کر لی گئی تو پھر یہ شکلیں بھی عنقریب گول مول نظر آئیں گی کیونکہ خالق کو مخلوق کے لئے یا اغراض نفسانیہ کے لئے ناراض کرنے والے کبھی بھی گرفت خداوندی سے بچ نہیں سکتے۔

ولوا تبع الحق أهوائهم لفسدت السموات والأرض
ومن فيهن بل اتينهم بذکرهم وهم عن ذکرهم
معرضون. (الآیۃ)